احمدی احباب کی تعلیم وتربیت کے لئے

روزنامہ
ٹیلی فون نمبر 047-6213029 FD-10

الفضل

ایڈیٹر : عبدالسمیع خان

web: http://www.alfazl.org
email: editor@alfazl.org

جمعہ یکم اکتوبر 2010ء 21 شوال 1431 ہجری یکم اخاء 1389 ہش جلد 60-95 نمبر 203

خاوند دیکھ کر خوش ہو

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کون سی عورت (بطور رفیقہ حیات) سب سے بہتر ہے۔فرمایا:
جس کو خاوند دیکھے تو اس کو خوشی ہو۔اور جب اسے کوئی حکم دے تو اسے بجا لائے اور اپنے نفس اور مال میں کوئی ایسا کام نہ کرے جو خاوند کو ناپسند ہو۔

(سنن نسائی کتاب النکاح باب ای النساء خیر۔حدیث نمبر:3179)

ارشادات عالیہ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ

حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگم کے ساتھ حضور کی شادی خاص الٰہی تحریک اور منشاء کے تحت ہوئی۔چنانچہ حضور فرماتے ہیں کہ الہام ہوا ''میں نے ارادہ کیا ہے کہ تمہاری ایک اور شادی کروں۔یہ سب سامان میں خود ہی کروں گا اور تمہیں کسی بات کی تکلیف نہیں ہوگی''۔

(شحنۂ حق۔روحانی خزائن جلد2صفحہ 383)

نیز فرماتے ہیں کہ ''میں نے جناب الٰہی میں دعا کی کہ ان اخراجات کی مجھ میں طاقت نہیں تب یہ الہام ہوا کہ:

ہرچہ بائید نو عروسی راہمہ ساماں کنم
وآنچہ درکار شما باشد عطائے آں کنم

یعنی جو کچھ تمہیں شادی کے لئے درکار ہوگا تمام سامان اس کا میں آپ کروں گا اور جو کچھ تمہیں وقتاً فوقتاً حاجت ہوتی رہے گی آپ دیتا رہوں گا''۔

(حقیقۃ الوحی۔روحانی خزائن جلد22صفحہ 247)

حضرت مسیح موعود کو ایک الہام میں کہا گیا کہ تو مع اپنی زوجہ کے بہشت میں داخل ہو۔

(ترجمہ تریاق القلوب۔روحانی خزائن جلد15 ص288)

حضرت مسیح موعود کا گھر اسی بہشت کا نمونہ تھا۔

حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب فرماتے ہیں:
''میں نے اپنے ہوش میں نہ کبھی حضور کو حضرت (اماں جان) سے ناراض دیکھا نہ سنا۔بلکہ ہمیشہ وہ حالت دیکھی جو ایک Ideal آئیڈیل جوڑے کی ہونی چاہئے۔

(سیرت حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ صفحہ231)

مائی امام بی بی صاحبہ جو اپنے خاوند حضرت ٹھیکیدار محمد اکبر کی وفات کے بعد حضرت مسیح موعود کے گھر رہتی تھیں فرماتی ہیں:۔
''ہم نے کبھی حضرت اماں جان کو نہیں دیکھا کہ کسی بات پر بھی حضرت صاحب سے ناراض ہوئی ہوں۔حضرت صاحب کا ادب کرتیں اور آپ کو خوش رکھتیں۔ابتداء میں حضرت صاحب صرف تین روپے جیب خرچ دیا کرتے آپ نے کبھی نہیں کہا کہ یہ کم ہیں۔شکرگزاری سے لے لیتیں۔''

(سیرت حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہ صفحہ 45)

بیوی کے ساتھ تعلقات کا ذکر کرتے ہوئے حضور فرماتے ہیں:
''فحشاء کے سوا باقی تمام کج خلقیاں اور تلخیاں عورتوں کی برداشت کرنی چاہئیں''۔

پھر فرماتے ہیں:۔
''ہمیں تو کمال بے شرمی معلوم ہوتی ہے کہ مرد ہو کر عورت سے جنگ کریں۔ہم کو خدا نے مرد بنایا اور یہ درحقیقت ہم پر اتمام نعمت ہے اس کا شکریہ ہے کہ عورتوں سے لطف اور نرمی کا برتاؤ کریں۔'' (سیرت حضرت مسیح موعود صفحہ400از یعقوب علی عرفانی)

ایک دفعہ ایک شخص کی سخت مزاجی اور بدکلامی کا ذکر ہوا کہ وہ اپنی بیوی سے سختی سے پیش آتا ہے۔حضور اس بات سے بہت رنجیدہ ہوئے اور فرمایا ہمارے احباب کو ایسا نہ ہونا چاہیئے۔

پھر اپنا ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا ''میرا یہ حال ہے کہ ایک دفعہ میں نے اپنی بیوی پر آوازہ کسا تھا اور میں محسوس کرتا تھا کہ وہ بانگ بلند دل کے رنج سے ملی ہوئی ہے اور بایں ہمہ کوئی دلآزار اور درشت کلمہ منہ سے نہیں نکالا تھا۔اس کے بعد میں بہت دیر تک استغفار کرتا رہا اور بڑے خشوع اور خضوع سے نفلیں پڑھیں اور کچھ صدقہ بھی دیا کہ یہ درشتی زوجہ پر کسی پنہانی معصیت الٰہی کا نتیجہ ہے''۔

نمایاں کامیابی

مکرم ڈاکٹر اعجاز احمد رضوان صاحب آف کیولری گراؤنڈ کینٹ لاہور اطلاع دیتے ہیں۔
خاکسار کی بڑی بیٹی سمیعہ عندلیب نے ایف ایس سی انٹرمیڈیٹ کے سالانہ امتحان میں لاہور کالج فارویمن یونیورسٹی کی طرف سے 1009/1100 نمبر حاصل کئے۔عزیزہ نے A+ گریڈ یعنی 92% نمبر حاصل کئے ہیں۔نیز خاکسار کی چھوٹی بیٹی بارعہ رضوان نے میٹرک کے امتحان میں ڈویژنل پبلک سکول کی طرف سے A+ گریڈ 93% یعنی 974/1050 نمبر حاصل کئے۔دونوں بچیاں محترمہ ہاجرہ درد صاحبہ مرحومہ اہلیہ مکرم محمد اسلم صاحب مرحوم کی نواسیاں، حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب درد اور حضرت عبداللہ سنوری صاحب کی نسل سے ہیں۔درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آئندہ بھی دونوں بچیوں کو اعلیٰ کامیابیوں سے نوازے۔آمین

نمایاں کامیابی

مکرم مقصود احمد صاحب باجوہ مربی سلسلہ تحریر کرتے ہیں۔
خاکسار کی بھانجی مکرمہ عائشہ مقبول ملک صاحبہ بنت مکرم ڈاکٹر مقبول مبارک ملک صاحب ومکرمہ ڈاکٹر خالدہ نصرت صاحبہ سول لائن میانوالی نے فیڈرل بورڈ اسلام آباد کے زیراہتمام منعقدہ سالانہ انٹرمیڈیٹ امتحان 2010ء میں پری میڈیکل گروپ میں محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے 998/1100 نمبر حاصل کئے۔موصوفہ کا داخلہ آغا خان میڈیکل کالج کراچی میں ہوچکا ہے جو مکرم ملک محمد مبارک احمد صاحب آف گھوگھیاٹ ضلع سرگودھا کی پوتی اور مکرم چوہدری خلیل احمد صاحب ڈھلوں مرحوم دارالصدر غربی ربوہ کی نواسی ہیں۔احباب سے درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کامیابی کو پوری جماعت کیلئے بابرکت بنائے اور مزید ترقیات کا پیش خیمہ ثابت ہو۔آمین

محترم مولانا دوست محمد صاحب شاہد مورخ احمدیت

عالم روحانی کے لعل و جواہر (نمبر 590)

ام مصطفیٰ ؐ حضرت سیدہ آمنہ معصومہ کا حیرت انگیز کشف

حضرت مسیح موعود نے اپنے قلم سے آیت "تقلبك فی الساجدین" (الشعراء آیت:220) کا وجد آفرین الفاظ میں حسب ذیل بصیرت افروز ترجمہ فرمایا ہے۔

"خدا پر توکل کر جو غالب اور رحم کرنے والا ہے وہی خدا جو تجھے دیکھتا ہے جب تو دعا اور دعوت کے لئے کھڑا ہوتا ہے۔ وہی خدا جو تجھے اس وقت دیکھتا تھا کہ جب تو تخم کے طور پر راستبازوں کی پشتوں میں چلا آتا تھا **یہاں تک کہ اپنی بزرگ والدہ آمنہ معصومہ کے پیٹ میں پڑا"۔**

(تریاق القلوب۔ روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 281)

ع

پاک وہ جس سے یہ انوار کا دریا نکلا

مجدد اسلام حضرت علامہ جلال الدین سیوطی (1445ء۔ 1505ء) نے اپنی کتاب "خصائص الکبریٰ" کے آغاز میں حضرت ام مصطفیٰ سید آمنہ معصومہ کی زبان مبارک سے یہ کشف قیامت تک کی نسلوں کے لئے ریکارڈ کردیا:۔

"مدت حمل میں جب چھ ماہ گزر گئے تو میرے پاس کوئی آیا اور اس نے بہ حالت خواب مجھے اپنے پاؤں سے دبایا اور کہا "اے آمنہ! تمہارا محمول سارے جہان سے افضل ہے جب ولادت ہو تو محمد نام رکھنا"۔

حضرت آمنہ ذکر فرمایا کرتیں کہ جب وقت آیا اور مجھے وہ کیفیت لاحق ہوئی جو وضع حمل کے وقت عورتوں کو ہوتی ہے اور گھر کے افراد کو ابھی معلوم نہ ہوا تھا۔ کہ دفعتہً میں نے ایک ہیبت ناک آواز کو سنا جس کی وجہ سے میں خوف زدہ ہوگئی۔ اس کے بعد ایک عجیب شے جس کو میں سفید پرند کے بازو سے تشبیہ دے سکتی ہوں نمودار ہوا اور اس نے میرے دل کو ملا، جس سے وہ خوف وہراس اور جو تکلیف میں پاتی تھی دور ہو گئی۔ پھر میں نے رخ پھیر کر دیکھا تو ایک دودھ کا پیالہ نمودار ہوا مجھے پیاس تھی میں نے اسے پی لیا پھر مجھ سے ایک بلند نور چمکا اس کے بعد میں نے چند ایسی دراز قد، عورتوں کو دیکھا جیسے کہ وہ عبد مناف کی بیٹیاں ہوں۔ انہوں نے مجھے اپنے جھرمٹ میں لے لیا۔ میں اس پر تعجب ہی کر رہی تھی کہ میں نے دیکھا آسمان و زمین کے درمیان سفید فرش بچھایا گیا اور کسی نے کہا۔ اس نومولود کو لوگوں کی آنکھوں سے بچاؤ۔ حضرت آمنہ فرماتی ہیں، میں نے دیکھا کچھ مرد فضا میں اپنے ہاتھوں میں چاندی کے برتن لئے کھڑے ہیں اور یہ بھی دیکھا کہ پرندوں کی ایک ٹکڑی میرے روبرو آئی پھر انہوں نے میری گود کو ڈھانپ لیا۔ ان پرندوں کی چونچ زمرد کی اور بازو یاقوت کے تھے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے میری آنکھوں سے حجابات بالکل دور فرما دیئے۔ میں نے اس وقت دنیا کے مشارق ومغارب کا معائنہ کیا، میں نے دیکھا تین جھنڈے نصب کے گئے ایک مشرق اور دوسرا مغرب میں اور تیسرا کعبہ کی چھت پر نصب کیا۔ اس وقت مجھے دردزہ ہوا اور حضور ﷺ پیدا ہوئے۔ ولادت کے بعد میں نے آپ کی طرف نظر کی تو دیکھا کہ سجدے کی حالت میں ہیں اور انگلیوں کو اس طرح اٹھائے ہوئے ہیں جیسے کوئی گریہ وزاری کرنے والا اٹھاتا ہے۔ پھر میں نے سفید ابر دیکھا جو آسمان کی جانب سے آ رہا تھا یہاں تک کہ اس نے آپ کو مجھ سے روپوش کرلیا۔ پھر وہ غائب ہوگیا۔ پھر میں نے ایک منادی کی آواز سنی جو کہہ رہا تھا۔

"محمد (ﷺ) کو زمین کے مشارق ومغارب میں لے جاؤ اور سمندروں کی سیر کراؤ تاکہ وہ سب آپ کے نام نامی، اوصاف گرامی اور صورت گرامی کو پہچان لیں اور جان لیں کہ آپ کا اسم گرامی اور نام نامی، دریاؤں میں ماحی رقم کیا گیا ہے۔ کیوں کہ شرک اور اس کے لوازمات واسباب کو آپ کے زمانے میں مٹا دیا جائے گا۔

پھر وہ ابر جلد ہی آپ کے پاس سے ہٹ گیا اس وقت میں نے دیکھا کہ آپ سفید اون کے کپڑے میں ملبوس ہیں اور آپ کے نیچے سبز حریر کا بچھونا ہے اور **آپ آبدار موتیوں کی تین کنجیاں ہاتھ میں لئے ہوئے ہیں۔ اس وقت کسی کہنے والے نے کہا۔ محمد (ﷺ) نے نصرت، غلبہ اور نبوت کی کنجیاں دست مبارک میں لے رکھی ہیں۔**

اس کے بعد ایک اور ابر سامنے آیا۔ اس میں گھوڑوں کے ہنہنانے اور پرندوں کے بازوؤں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ یہاں تک کہ اس نے بھی آپ کو مجھ سے پوشیدہ کر دیا اور آپ میری نظر سے اوجھل ہوگئے۔ میں نے منادی کو ندا کرتے سنا کہ "محمد ﷺ کو شرق وغرب اور انبیاء علیہم السلام کی مولدات پر لے جاؤ اور آپ کے حضور جن وانس اور وحوش طیور کی روحوں کو پیش کرو **اور آپ کو حضرت آدمؑ کی صفا، حضرت نوحؑ کی رقت، حضرت ابراہیمؑ کی خلت، حضرت اسماعیلؑ کی زبان، حضرت یعقوبؑ کی مسرت، حضرت یوسفؑ کا جمال، حضرت داؤدؑ کی آواز، حضرت ایوبؑ کا صبر، حضرت یحیٰؑ کا زہد اور حضرت عیسیٰؑ کا کرم عطا کرد اور تمام نبیوں کے اخلاق حمیدہ اور فضائل جلیلہ سے آراستہ کردو" علیٰ نبینا وعلیہم السلام**

اس کے بعد وہ ابر چھٹ گیا اور میں نے آپ کو موجود پایا۔ آپ لپٹے ہوئے سبز حریر کو تھامے ہوئے تھے۔ پھر کسی کو کہتے سنا کہ خوشی ہے خوشی ہے محمد ﷺ **نے تمام دنیا کو تھامے رکھا ہے اور کوئی مخلوق نہیں جو آپ کے حلقۂ نبوت سے باہر ہو۔**

ایک عاشق رسول کی کشفی آنکھ نے جب محبوب الٰہی کی زیارت کی تو بعد ازاں آپ کی زبان سے یہی جاری ہوتا رہا۔ ؎

صد ہزاراں یوسفے بینم دریں چاہ ذقن
واں مسیح ناصری شد از دم او بے شمار

ایم ٹی اے انٹرنیشنل

6/ اکتوبر 2010ء

12-30 am	عربی سروس
1-35 am	سائنس اور میڈیسن ریویو
2-10 am	گلشن وقف نو
3-20 am	مجلس نصار اللہ یو کے اجتماع
4-05 am	ریئل ٹاک
5-00 am	ایم۔ٹی۔اے عالمی خبریں اور خبرنامہ
5-30 am	تلاوت
5-40 am	درس ملفوظات
6-00 am	لقاء مع العرب
7-05 am	عربی سیکھئے
7-45 am	ایم۔ٹی۔اے عالمی خبریں
8-20 am	زندہ لوگ
8-50 am	سوال وجواب
10-10 am	مجلس انصار اللہ یو کے اجتماع
11-00 am	تلاوت اور درس حدیث
11-30 am	آئل پینٹنگ
12-00 pm	زندہ لوگ
1-25 pm	سوال وجواب
2-30 pm	انڈونیشین سروس
3-30 pm	سواحیلی سروس
4-25 pm	تلاوت
4-35 pm	زندہ لوگ
4-55 pm	خطبہ جمعہ فرمودہ 21 مارچ 1986ء
5-50 pm	بنگلہ سروس
6-50 pm	حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کا جلسہ سالانہ سے خطاب
7-40 pm	راہ ھدیٰ
9-10 pm	خبرنامہ
9-40 pm	فیتھ میٹرز
10-55 pm	ایم۔ٹی۔اے عالمی خبریں
11-15 pm	عربی سروس

7/ اکتوبر 2010ء

12-20 am	ریئل ٹاک
1-05 am	درس حدیث
1-20 am	اطفال ریلی
2-15 am	حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کا جلسہ سالانہ سے خطاب
3-05 am	خطبہ جمعہ فرمودہ 21 مارچ 1986ء
4-05 am	ایم۔ٹی۔اے عالمی خبریں اور خبرنامہ
4-45 am	تلاوت اور درس حدیث
5-10 am	لقاء مع العرب
5-10 am	اطفال الاحمدیہ ربوہ ریلی
6-15 am	حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کا جلسہ سالانہ سے خطاب
7-00 am	ایم۔ٹی۔اے عالمی خبریں
7-15 am	اطفال الاحمدیہ ربوہ کی ریلی
8-20 am	زندہ لوگ
8-45 am	خطبہ جمعہ فرمودہ 21 مارچ 1986ء
9-40 am	آئل پینٹنگ
10-10 am	حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کا جلسہ سالانہ سے خطاب
11-00 am	تلاوت اور درس ملفوظات
11-25 am	مسیح ہندوستان
12-10 pm	زندہ لوگ
1-05 pm	فیتھ میٹرز
2-10 pm	ملاقات پروگرام
3-25 pm	انڈونیشین سروس
4-25 pm	پشتو سروس
5-10 pm	تلاوت
5-30 pm	زندہ لوگ
6-00 pm	بنگلہ سروس
7-05 pm	ترجمۃ القرآن
8-20 pm	مسیح ہندوستان میں
9-00 pm	خبرنامہ
9-30 pm	درس ملفوظات
9-50 pm	ملاقات پروگرام
11-00 pm	ایم۔ٹی۔اے عالمی خبریں

پبلشر و پرنٹر: طاہر مہدی امتیاز احمد وڑائچ | مطبع: ضیاء الاسلام پریس | مقام اشاعت: دارالنصر غربی چناب نگر ربوہ | قیمت 5 روپے

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کے اخلاق عالیہ کی ایک جھلک

حضرت شیخ محمد احمد مظہر صاحب

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کی مبارک ولادت الہامی بشارتوں کے جلو میں 20/اپریل 1893ء کو ہوئی اور زندگی کا لمحہ لمحہ دین حق کی سرفروشانہ خدمات بجالاتے ہوئے 2 ستمبر 1963ء کو لاہور میں عالم جاودانی کی طرف انتقال فرمایا۔ آپ کے سوانح نگار مولانا شیخ عبدالقادر صاحب نے آپ کی سوانح ''حیات بشیر'' کے نام سے شائع فرمادی ہے۔ جس سے عہد حاضر کے نونہالان احمدیت کو ذوق وشوق سے اکتساب فیض کرنا ضروری ہے۔ تاکہ وہ اس برگزیدہ ہستی کے نقوش غیر فانی کے طفیل اپنی زندگی میں انقلاب عظیم برپا کرسکیں۔

ذیل میں سلسلہ احمدیہ کے مایہ ناز وجود حضرت شیخ محمد احمد صاحب مظہر ایڈووکیٹ (نومبر 1896ء۔ 28 مئی 1993ء) جیسے عالی پایہ مفکر ومبصر کے قلم سے حضرت صاحبزادہ صاحب کی ذات بابرکات پر ایک جامع اور پُر از معلومات مضمون نذر قارئین کیا جاتا ہے۔ حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ نے اپنے بزرگ اور منجھلے بھائی کی نسبت لکھا ؎

تمہیں کہتا ہے مردہ کون
تم زندوں سے زندہ ہو
تمہاری خوبیاں قائم
تمہاری نیکیاں باقی

حضرت مسیح موعود نے اپنی کتاب کشتی نوح میں اپنی جماعت کو جن ہدایات پر کاربند ہونے کے لئے فرمایا ہے۔ وہ ہدایات زیرعنوان ''ہماری تعلیم'' کشتی نوح میں درج ہیں اور دراصل یہ تعلیم قرآن حکیم اور حدیث شریف کا خلاصہ اور لُبِ لباب ہے۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کی زندگی اس تعلیم کا عملی نمونہ تھی۔

آپ کے اندر علم او رعمل کے کمالات تھے۔ عفوودرگزر، رفق ومدارات، تحمل اور برداشت، زُہدوتعبد اپنوں اور بیگانوں کی خیرخواہی اور ہمدردی، شجاعت اور انتظامی قابلیت، مہمات امور میں اور مشکل حالات میں ہمیشہ خداتعالیٰ پر بھروسہ رکھتے ہوئے، جاں بکف اور سینہ سپر ہوجانا۔ یہ وہ اخلاق عالیہ تھے۔ جن کو ایک دنیا نے مشاہدہ کیا ہے اور سچ تو یہ ہے کہ ان اخلاق کریمہ کی وجہ سے آپ ایک ایسے انسان تھے۔ جو احسن کا زندہ نمونہ تھے۔

انہی اوصاف اور کمالات کی وجہ سے آپ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے معتمد علیہ رفیق اور دست راست تھے اور جیسا کہ الٰہی جماعتوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی قدیم سے سنت ہے۔ ہماری جماعت کو کئی مشکل مرحلوں اور ابتلاؤں میں سے گزرنا پڑا ہے۔ ایسے موقعوں پر خاکسار نے آپ کے اندر ایک عجیب شجاعت اور توکل علی اللہ کی روح دیکھی۔ مشکلات اور مصائب کے اندر آپ کے علمی اور عملی جوہر اور زیادہ روشن ہوجاتے تھے اور جس مجلس میں آپ موجود ہوں آپ کے رفقائے کار کو یقین اور اطمینان ہوتا تھا کہ پیش آمدہ مشکل پر انشاء اللہ قابو پالیا جائے گا۔ آپ کی سیرت کا یہ ایک مستقل باب ہے اور کثیر واقعات اس کی تائید میں پیش کئے جاسکتے ہیں۔

آپ قرآن وحدیث کے متبحر عالم تھے اور زبان عربی، انگریزی اور اردو پر پوری قدرت رکھتے تھے۔ تحریر ہو یا تقریر، کوئی ایسا لفظ استعمال نہیں کرتے تھے۔ جو رکیک یا دلآزار ہو اور میانہ روی کے خلاف ہو۔ آپ کی تحریر گویا ایک قانونی مسودہ ہوتی تھی۔ جس کا ہر لفظ جچاتلا اور برمحل ہوتا تھا، یہ احتیاط نہ صرف تصانیف کے اندر پائی جاتی تھی۔ بلکہ روزمرہ کتابت میں بھی مدنظر رہتی تھی۔ خطوں میں بھی کوئی لفظ ایسا نہ ہوتا تھا۔ جس میں مخاطب کے جذبات نفسیات کا لحاظ نہ رکھا گیا ہو، کیونکہ آپ کو یہ عرفان حاصل تھا، کہ انسان کی فطرت معزز واقع ہوئی ہے اور کسی تحقیر کو برداشت نہیں کر سکتی۔ آپ کے مخاطب دوست بھی ہوتے تھے اور دشمن بھی۔ لیکن آپ ہمیشہ اپنی تحریر میں نرمی اور میانہ روی اختیار کرتے تھے۔ ایسی نرمی جو دلوں کو موہ لیتی ہے اور بیگانوں کو اپنا بنالیتی ہے۔

آپ کی تصانیف سے عیاں ہے کہ آپ بہت بڑے تاریخ دان، قلم کے بادشاہ، زبان کے استاد، تحقیق مسائل میں دوررس نظر رکھنے والے، محنت اور کاوش کے عادی تھے اور آپ کی یہ کوشش ہوتی تھی کہ مضمون تشنہ اور نامکمل نہ رہے، یہ وہ خوبی ہے۔ جو ہمارے اہل قلم اصحاب کے لئے ایک اسوہ ہے۔

آپ کا خط بہت پاکیزہ تھا۔ مایقُری لکھتے اور سطروں میں زیادہ فاصلہ ڈالتے۔ تاکہ پڑھنے والوں کی نگاہ پر بار نہ ہو۔ اسلوب تحریر ہو۔ ماقلّ ودلّ اور اطناب سے بری۔

قانون ملکی سے آپ واقف تھے اور بہت سے موقعوں پر خاکسار نے آپ کو قانونی نکات بیان کرتے دیکھا ہے۔ ظاہر ہے کہ جو لوگ کسی جماعت کے رہنما، مصنف، مربی یا مدبر ہوں۔ انہیں ایک حد تک ملکی قانون سے واقفیت رکھنا بھی ضروری ہے۔

تقسیم ملک سے پہلے آپ کی دوراندیش نظر نے آنے والے واقعات کا اندازہ لگالیا اور اس کے متعلق سبق آموز مضامین لکھے۔ بعد میں آنے والے واقعات نے آپ کی فراست کی تصدیق کی۔

قادیان سے ہجرت ایک بڑا دشوار گزار مرحلہ تھا۔ آپ کی حوصلہ مندی اور حسن انتظام سے آپ کے ساتھی بھی اثر پذیر ہوئے اور سب نے مل کر تنظیم اور تعاون کے ساتھ یہ کٹھن منزل اس عمدگی سے طے کی۔ کہ تمام اہل قادیان صحیح سلامت اور عزت کے ساتھ پاکستان پہنچ گئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے حکم کے ماتحت آپ کو بھی قادیان سے لاہور آنا پڑا۔ لیکن اہل قادیان کے لئے آپ نے مشکلات کو آسان کر دیا تھا۔ حسن تدبیر سے حسن انتظام سے اور دعاؤں سے۔

قادیان کے درویشوں کی خدمت ایک بہت ہی مشکل اور پیچیدہ معاملہ تھا اور ہے۔ اس کی تفاصیل بیان کرنے کا یہ موقعہ نہیں ہے۔ قادیان کے ہر درویش کے حالات کو نگاہ میں رکھنا اس کے رشتہ داروں اور متعلقین کی مشکلات کو دور کرنا۔ ہر درویش کے لئے آرام، آسائش بہم پہنچانا۔ بیماروں کی تیمارداری، ناداروں کی حاجت روائی۔ کوئی تنازعات یا مقدمات پیدا ہوں۔ تو ان کو نپٹانا۔ حکومتوں سے ربط و ضبط رکھنا۔ جلسہ سالانہ پر وفود کا بھیجنا۔ یہ اور اس قسم کے سینکڑوں کام تھے۔ جنہیں آپ تن تنہا سرانجام دیتے تھے اور ظاہر ہے کہ ہر کام اس قسم کا تھا۔ جس میں انتہائی احتیاط اور تدبر کی ضرورت تھی۔ ہر درویش اور اس کے رشتہ دار سے آپ کو محبت تھی۔ ایسی محبت جو اپنے رشتہ داروں اور عزیزوں سے ہوتی ہے اور ہر ایک کی تکلیف کو اپنی تکلیف جانتے تھے۔ خاکسار کو خدمت درویشاں کے سلسلہ میں آپ کے ساتھ کام کرنے کا موقعہ ملا ہے۔ کیونکہ بہت سے قانونی امور میں ازراہ کرم آپ خاکسار سے مشورہ لیتے تھے اور اس کی قدر فرماتے تھے۔ اس قدردانی اور محبت کا خاکسار پر یہ اثر تھا کہ جب بھی آپ نے کوئی کام کرنے کو فرمایا۔ تو خاکسار نے خوشی خوشی سب کاموں کو چھوڑ کر آپ کے ارشاد کی تعمیل کو اپنی سعادت اور خوش بختی سمجھا۔ آپ اللہ تعالیٰ کے درویش تھے، درویشوں کے سرتاج تھے تمام عمر درویشانہ زندگی گزاری اور نام ونمود سے فطرتاً نفور رہے۔

بڑے وفادار اور دلنواز دوست تھے۔ پرانے احمدی خاندانوں کی خاص تکریم فرماتے تھے۔

خاکسار نے والد صاحب مرحوم کی آخری بیماری کی آپ کو اطلاع دی اور یہ لکھا کہ والد صاحب کی حالت نازک ہے تو آپ نے فوراً مجھے لکھا کہ آپ کا السلام علیکم والد صاحب کو پہنچا دیا جائے اور والد صاحب کی وفات پر آپ نے جو دردانگیز مضمون لکھا اس میں اس خوشی کا اظہار کیا کہ وفات سے پہلے والد صاحب کو السلام علیکم پہنچ گیا ہے۔ والد صاحب کی وفات کے متعلق میں نے آپ کو تار دیا اور آپ نے والد صاحب کی تدفین کا اہتمام فرمایا اور مقبرہ بہشتی قادیان کے اندر حضرت مسیح موعود کے مزار سے جو جگہ قریب ترین میسر ہوسکتی تھی۔ وہاں قبر کھدوانے کا بندوبست کروادیا۔

خاکسار والد صاحب کا تابوت لے کر قادیان پہنچا۔ تو آپ کو اس وفات کی وجہ سے بڑا مغموم اور درد مند پایا اور نہایت رقت کی حالت میں آپ نے مجھے سینے سے لگالیا اور حالات پوچھتے رہے۔ اسی طرح کا ایک اور واقعہ ہے۔ حضرت مرزا شریف احمد صاحب کی تدفین مقبرہ بہشتی ربوہ کے اندر ہورہی تھی۔ چاردیواری کے اندر خاکسار دم بخود اور مغموم حالت میں ایک طرف الگ کھڑا تھا۔ آپ نے میرے چہرے پر نظر ڈالی۔ بڑی محبت سے آگے بڑھے اور مجھے چھاتی سے لگالیا۔ آپ کی طبیعت کے اندر بہت ضبط تھا۔ لیکن ان دونوں موقعوں پر آپ نے جو بے اختیاری اختیار کی اس کا سبب میں کیا عرض کروں۔ آہ! آہ!

اے محبت عجب آثار نمایاں کر دی
زخم و مرہم برہِ یار تو یکساں کر دی

دوسرے کے جذبات کا خیال رکھنا اور مصلحت کو کام میں لانا آپ کا ایک خاص وصف تھا۔ ایک دفعہ خاکسار نے آپ کو ایک خط لکھا اور اس میں ایک شخص کے متعلق میرے قلم سے بعض تیز الفاظ لکھے گئے۔ جو میری غلطی سمجھو یا سہوِ قلم۔ بہرحال آپ کو وہ لفظ پسند نہ آئے یہ بھی ضروری تھا کہ مجھے ٹوکا جائے اور یہ بھی کہ میرے جذبات کا لحاظ رکھا جائے، دیکھئے ان دونوں اَنمِل اور متضاد باتوں کو آپ نے کس خوبی سے ادا کیا۔ آپ نے مجھے لکھا۔ ''میں تو سمجھتا تھا کہ آپ کی طبیعت میں جمال ہے۔ لیکن خط سے معلوم ہوتا ہے کہ جلال بھی ہے'' خاکسار ان الفاظ سے شرمسار بھی ہوا اور شکر گزار بھی۔ دیکھنے والی بات یہ ہے کہ خدا کے پاک بندے ایسے طریق پر خطاپوشی کرتے ہیں۔ جو خطا نوازی معلوم ہوتی ہے۔ اصلاح کا یہ طریق کتنا دلنشیں، کتنا کامیاب اور دردانگیز ہے۔ آپ کے مندرجہ بالا فقرہ سے مجھے فارسی زبان کی وہ ضرب المثل عملاً سمجھ میں آگئی۔ جو کہتے ہیں۔ کجدار ومریز۔

قادیان اور درویشان قادیان سے آپ کو بڑی محبت تھی۔ ایک دفعہ ایک آم قادیان سے ربوہ میں آپ کے پاس پہنچا اور آپ نے مجھے لکھا ''آج آپ کو تندرستی کی حالت میں دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔ ورنہ میں آپ کا خط پڑھ کر ڈر گیا تھا اور دعا کرتا رہا۔ قادیان سے ایک فجری آم آیا تھا۔ جس کا ایک حصہ ایک اور مہمان کو دے دیا اور باقی حصہ آپ کو بھجوا رہا ہوں۔'' خاکسار مرزا بشیر احمد 59-6-16''

اس طریق پر آپ اپنی محبت اور دعاؤں سے نوازتے تھے۔ کبھی خط میں لکھتے۔ ''مجھے آپ کے ساتھ خاص محبت ہے۔ اس عاجز کے لئے ضرور دعا

فرماویں۔ دعا مومنوں کا ایک بڑا سہارا ہے۔'' ایک حقیر خادم کے ساتھ اس قدر مروت و مؤدت آپ کے طبعی انکسار اور اور بلندیٔ اخلاق کی روشن دلیل ہے۔............

جب ذمہ داری آپ کو سونپ دی جاتی۔ تو آپ مردانہ وار کاموں کی انجام دہی میں مشغول ہو جاتے اور جو کام آپ کے سپرد ہوتا۔ اس کے ہر پہلو پر غور کرتے، آنے والی مشکلات کا اندازہ لگاتے اور ایک ضابطۂ عمل مرتب فرماتے۔ گویا منزل مقصود تک پہنچنے کے لئے ایک پٹڑی بچھا دیتے اور پھر کام کو رواں کر دیتے اور اس ضابطہ کی پابندی ضروری سمجھتے۔ خدمت درویشان کے سلسلہ میں بھی آپ نے ایسے مفید قواعد بنائے اور نگران بورڈ کے لئے بھی............ ایک راہ عمل تجویز فرمایا۔ جس کے مطابق کام چلتا رہا۔

آپ کے ساتھ کام کرنے کا جن لوگوں کو اتفاق ہوا ہے۔ وہ مندرجہ ذیل باتوں کے گواہ ہیں:۔

(الف) بیماری اور کمزوری کی حالت میں بھی آپ کام کو جاری رکھتے اور ہمارے یہ عرض کرنے پر کہ آپ کمزور ہیں یا آپ کو بخار ہے۔ لمبے عرصہ تک آپ تکلیف نہ فرمائیں۔ آپ اس بات کو قبول نہ فرماتے اور کام کو اٹھا نہ رکھتے۔ بلکہ اسے ختم کر کے ہی اٹھتے۔ بیماری کی حالت میں یہ استقلال اور یہ ہمت دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔

(ب) حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی اطاعت اور فرمانبرداری آپ کو بدرجۂ کمال منظور تھی اور کسی کام کے متعلق اگر حضور کی کوئی ہدایت یا اشارہ پیش کیا جاتا۔ تو آپ من وعن اس کی تعمیل کو لازم جانتے کیونکہ آپ کو اس بات کا لمبا تجربہ تھا کہ امام کی اطاعت میں ہی برکت اور سعادت ہے۔ خصوصاً وہ امام جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ سخت ذہین اور فہیم ہوگا اور مظہر الحق والعلاء کے مقام پر ہوگا۔

(ج) اختلاف رائے کو خندہ پیشانی سے برداشت فرماتے اور اس کی قدر کرتے اور ایک نتیجہ برآمد فرماتے اور پھر ہر ایک رائے سے عمدہ حصہ لے کر تمام آراء کو ہموار کرتے۔ جو ایک ایسے عسل مصفی کا مصداق ہوتا۔ جو مختلف پھولوں سے جمع کیا گیا ہو۔ مال تجارت سے بڑھتا ہے اور علم بحث سے۔ اسی طرح صحیح نتیجہ اختلاف رائے کو ہموار کرنے اور ہر رائے میں سے اچھا حصہ لے لینے سے پیدا ہوتا ہے۔ لیکن خُذما صفا دع ما کدر۔ ایک آسان کام نہیں ہے اور مختلف آراء کو ہموار کرنے کے لئے بڑے حوصلہ اور حکمت۔ وسیع علم اور لمبے تجربہ کی ضرورت ہوتی ہے اور آپ میں یہ باتیں بدرجۂ اتم موجود تھیں۔

(د) آپ کی محبت، حکمت اور دانائی سے نفسیاتی اثرات پیدا ہوتے تھے اور آپ کے رفقائے کار کے اندر یہ جذبہ پیدا ہوتا تھا، کہ آپ کے ساتھ کام کرنا اور مشقت اٹھانا ایک راحت ہے اور ایک نعمت غیر مترقبہ۔ جو شخص اپنے طریق کار سے مشقت کو نشاط روح میں تبدیل کر دے۔ اس کے اخلاق اور ہمت کی بلندی کو بیان کرنے کے لئے الفاظ کہاں سے آئیں۔ خدا تعالیٰ کے مقرب بندوں کی معیت وہ کیمیا ہے۔ جو ہر قسم کی قربانی کو مسرت اور راحت میں تبدیل کر دیتی ہے۔ دین کو دنیا پر مقدم رکھنا آسان کام نہیں اور ایک قوت قدسی کو چاہتا ہے۔

خندہ پیشانی سے ملتے۔ خوش ہوتے اور خوش کرتے۔ چہرہ ہمیشہ خوش رہتا اور آپ سے ملاقات کرنے والا، خوش اور مطمئن ہوتا۔ دو موقعوں کے سوا خاکسار نے آپ کو خفگی کی حالت میں نہیں دیکھا اور یہ دونوں موقعے دینی غیرت اور جماعتی نظام سے تعلق رکھتے تھے اور آپ کی خفگی بالکل برمحل اور اصلاح آفرین تھی اور وضع الشی فی محلہ کی عین مصداق تھی۔

خطوں کا جواب بڑی پابندی اور باقاعدگی سے دیتے تھے، آپ کی ڈاک بڑی کثیر ہوتی تھی۔ لیکن کسی شخص کو یہ شکایت پیدا نہ ہوتی تھی کہ اس کے خط کا جواب نہیں دیا گیا۔ یا بروقت نہیں دیا گیا۔............

آپ بڑے صبار و شکور تھے۔ ایک شخص نے آپ کو بہت تنگ کرنا شروع کیا۔ خطوں میں دھمکیاں دیں۔ خاکسار سے آپ نے مشورہ کیا۔ میں نے اینٹ کا جواب کم از کم اینٹ سے دینا چاہا اور جوابی مضمون لکھا۔ لیکن میں کیا عرض کروں آپ نے سختی کا جواب سختی سے دینا گوارا نہ فرمایا اور یہ کوہ وقار اپنی جگہ سے نہ ہلا۔ آپ کے مدنظر یہ بات تھی کہ بعید کو بعید تر نہ کیا جائے۔ بلکہ قریب لانے کی کوشش کی جائے اور صبر و تحمل کو نہ چھوڑا جائے۔ میرے لئے یہ نرمی بڑی حیران کن اور سبق آموز تھی اور حضرت مسیح موعود کی یہ تعلیم کہ ؎

گالیاں سن کر دعا دو پا کے دکھ آرام دو
کبر کی عادت جو دیکھو، تم دکھاؤ انکسار

خاکسار نے حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کے اخلاق میں عملاً اس کا مشاہدہ کیا۔

استاذی و مخدومی چوہدری محمد ظفر اللہ خان صاحب اور آپ میں ایسی محبت اور یک رنگی میں نے دیکھی۔ جو کم کہیں پائی جاتی ہے۔ میں نے دیکھا کہ مخدومی چوہدری صاحب کے متعلق جو کام ہوتا حضرت مرزا بشیر احمد صاحب محترم چوہدری صاحب کی طرف سے اس کا ذمہ لے لیتے گویا آپ اور چوہدری صاحب کوئی دو وجود نہیں ہیں۔

(''مضامین مظہر'' صفحہ 47 تا 53)

مکرم انجینئر محمود مجیب اصغر صاحب

محترم مولانا دوست محمد صاحب شاہد کا ذکر خیر

محترم مولانا دوست محمد صاحب شاہد حضرت مسیح موعود سلطان القلم کے نامور اور ہر دلعزیز سالاروں میں سے تھے۔ جنہوں نے خلافت ثانیہ سے خلافت خامسہ کے دور تک چار خلفاء سلسلہ کے زیر سایہ ایک لمبا عرصہ جو کہ 63 سالوں پر محیط ہے قلمی ولسانی اور قولی وفعلی بھرپور اور بے لوث خدمت دین کی توفیق پائی۔ آپ علم کا پہاڑ اور تاریخ احمدیت کا چلتا پھرتا انسائیکلوپیڈیا تھے جب بھی کسی تاریخی حوالے کی ضرورت پڑتی آپ کی طرف سے فوری مدد ملتی تھی۔ کم وبیش چالیس سال سے میری ان کے ساتھ شناسائی تھی اور میں نے ان کو ایک غیر معمولی، خوش مزاج اور کئی خوبیوں سے پُر وجود پایا۔ آپ بے نفس، درویش صفت انسان تھے اور لکھنے والوں کے حوصلے بہت بلند کرتے تھے۔ خط کا جواب ضرور دیتے تھے اور دعا کی درخواست پر جہاں خود دعا کرتے وہاں یہ اکثر لکھتے کہ دعا کا مرکز تو خلیفہ وقت کی ذات ہے۔ حضور کو بھی لکھیں۔ خلافت کے ساتھ آپ کو جو والہانہ اور عاشقانہ تعلق تھا۔ اس کا اظہار اس طرح بھی کرتے کہ خط کے آخر میں والسلام کے بعد اور نام سے پہلے خاکپائے مسرور لکھتے۔ اس سے قبل خاکپائے طاہر لکھتے تھے یعنی ہر خلافت میں اپنی سب سے بڑی سعادت اور بڑائی اسی بات کے اظہار میں پاتے تھے کہ جو کچھ مل رہا ہے خلیفہ وقت کے قدموں میں ہی رہ کر مل رہا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے یہی فرمایا تھا کہ تمام ولایت خلیفہ کے قدموں کے نیچے ہوتی ہے اور یہی مولانا کا ایمان تھا اور اسی پر آپ نے عمل صالح کیا۔ جب بھی کسی حوالے یا وضاحت کی ضرورت پڑتی آپ فوراً مدد کے لئے آ کھڑے ہوتے۔

مجلس خدام الاحمدیہ کے سالانہ اجتماع پر مجلس سوال و جواب ہوتی تھی۔ آپ کے بے ساختہ جواب اور بعض لطیفے اب تک دل کی بشاشت کا باعث بنتے ہیں۔ مولانا کی طبیعت میں بہت لطیف مزاح تھا اور خدام پروانوں کی طرح علم وعرفان کی اس شمع کے گرد اکٹھے ہو جایا کرتے تھے مرکز کے باہر جہاں بھی دورے پر جاتے علاقے بھر کے خدام اٹھ آتے تھے اور آپ کے علم اور انداز بیان سے گھنٹوں محظوظ ہوتے تھے۔ خدا نے آپ کو غضب کا حافظہ دیا ہوا تھا اور تحقیق کے لئے آپ کا ذہن بہت زرخیز تھا۔

خلافت رابعہ میں ایک بار مجلس انصار اللہ پاکستان نے میرے ذمے حضرت سید عبدالستار شاہ صاحب پر مضمون لکھنے کا کام لگایا۔ امدادی کتب میں ان کے والد اور ان کی اہلیہ کے والد کے ناموں میں امتیاز نہیں ہو رہا تھا۔ (حضرت سید عبدالستار شاہ صاحب حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کے نانا تھے) میں نے حضور کو لکھا۔ حضور نے جواباً ارشاد فرمایا کہ مولانا دوست محمد صاحب شاہد سے تحقیق کروائیں ہم بھی انہی سے تحقیق کرواتے ہیں۔ چنانچہ مولانا نے حضور کے خط کی کاپی طلب کی اور اگلے Weekend پر جب میں ربوہ ان کے پاس حاضر ہوا تو انہوں نے بتایا کہ انہوں نے اگلے ہی دن حضور کو فیکس کر دی تھی کہ یہ نام ہے اور مجھے بھی اس فیکس کی نقل دی۔ میں نے استفسار کیا کہ آپ نے کیسے معلوم کر لیا ہے کہ یہ نام ہے، فرمانے لگے یہ کون سا مشکل کام تھا۔ میں نے سید عبدالستار شاہ صاحب کا وصیت فارم نکلوا کر اس سے ولدیت نوٹ کر لی تھی۔

ابھی یہ مضمون لکھنا شروع کیا تھا کہ درمیان میں 28 اگست کا جمعہ آ گیا اور حضور نے بڑی تفصیل سے خطبہ جمعہ میں رمضان المبارک کا مضمون بیان کرنے کے بعد محترم مولانا دوست محمد صاحب شاہد کی خدمات اور بے لوث خدمت اور تبحر علمی اور انتھک محنت کا قابل رشک ذکر کیا جسے سن کر جذبات پر قابو نہ رہا اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ حضرت یعقوب علی عرفانی صاحب کے بعد آپ ہی وہ وجود ہیں جنہوں نے تاریخ احمدیت کو خوب اچھی طرح، صحیح طور پر سنبھالا اور بیان کیا ہے۔ آپ نے اپنی تمام تر صلاحیتوں اور استعدادوں اور اوقات کو ہمہ تن خدا تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کی محبت میں دن رات ایک کر کے صرف کر دیا اور خلافت کے ساتھ وفا کا وہ نمونہ دکھلایا کہ آئندہ نسلیں آپ پر رشک کیا کریں گی۔

محترم مولانا دوست محمد صاحب شاہد کی طبیعت میں بشاشت بہت تھی۔ عموماً کسی واقف کار کے ساتھ اس کے بیٹے کو ملتے تو اسے ولی عہد قرار دیتے اور بھی کئی پیاری اصطلاحیں آپ نے وضع کی ہوئی تھیں۔ عموماً رفقاء کی اولادوں کو کہتے یہ تو ''شیر'' ہیں۔

آپ کے دور میں جو علماء کرام آپ سے بڑی عمر کے تھے ان کا نام بہت ہی احترام سے لیتے۔ مثلاً حضرت قاضی محمد نذیر صاحب لائلپوری اور رفقاء کا نام تو بے حد احترام اور عشق کے ساتھ لیتے۔ اپنے سے جو کم عمر کے ہوتے ان کا نام بھی بڑی عزت سے لیتے۔ لوگ پہلے لکھنؤ اور دہلی کے لوگوں سے تہذیب اور اخلاق سیکھتے تھے لیکن محترم مولانا دوست محمد صاحب شاہد کی موجودگی میں اس طرف نگاہیں اٹھانے کی ضرورت نہیں پڑتی تھی۔ حضرت مسیح موعود اور آپ کے خلفاء کرام اور رفقاء کا یہ جاری فیض تھا جس سے محترم مولانا دوست محمد صاحب نے اپنا حصہ لیا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو بھی اس میں سے حصہ دے۔

قرآن کریم کے درس کا آپ کا ایک خاص انداز تھا۔ حضرت مسیح موعود اور خلفاء بالخصوص حضرت مصلح موعود کی کتب کے تو گویا آپ حافظ تھے۔ ان کی تقریروں اور درسوں میں بڑا مزہ آتا تھا۔ خلفاء کے ساتھ گزرے ہوئے ان کے اوقات اور حسین واقعات بڑی عمدگی سے پیش کرتے تھے گویا سننے والوں کو بھی اس پاک مجلس میں لے گئے ہیں۔

اتنے بڑے ادیب تھے کہ ربوہ، قادیان، لندن، جرمنی، کینیڈا کا کوئی رسالہ اٹھائیں محترم مولانا کا ہر موقع پر کوئی نہ کوئی مضمون مل جاتا تھا۔ خدا گواہ ہے میں نے تو ان کے مضامین سے ہمیشہ استفادہ کیا ہے۔

آپ کا جوش خطابت ناقابل فراموش ہے۔ جلسہ سالانہ ربوہ پر ان کی تقاریر کے دوران جلسہ گاہ لبالب بھری ہوتی تھی اور نعروں کے ساتھ ساتھ مولانا کا جوش خطابت اپنے جوبن پر پہنچ جاتا تھا۔ عموماً ان کی اہم تقاریر کو کتابی شکل میں شائع کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے جنت الفردوس کے اعلیٰ علیّین میں جگہ دے اور ان کی اولاد در اولاد اور تمام محبوں کو ان کی خوبیوں کا وارث بنائے۔ آمین

مکرم نوید احمد صاحب

سانحہ لاہور میں دین کی راہ میں خدا کے حضور اپنی جان قربان کرنے والے

میرے والد محترم محمود احمد شاد صاحب

خاندان میں احمدیت

ہمارے خاندان میں سب سے پہلے میرے والد محترم کے دادا مکرم چوہدری فضل داد صاحب نے بیعت کر کے سلسلہ احمدیہ میں داخل ہونے کی سعادت حاصل کی۔ مکرم چوہدری فضل داد صاحب کی تمام اولاد گاؤں کے ماحول میں پلنے بڑھنے کی وجہ سے سلسلہ سے شدید تعصب رکھتی تھی۔ ایک دن ان کے ایک بیٹے مکرم چوہدری غلام احمد صاحب اپنے والد کے کمرے میں گئے تو وہاں فرش پر ایک کتاب ''تبلیغ ہدایت'' بکھری پڑی تھی۔ انہوں نے یہ ارادہ کر کے وہ کتاب اکٹھی کرنا شروع کی کہ میں اس کتاب کو ہرگز نہیں پڑھوں گا۔ مگر جب وہ صفحات کو ترتیب دینے لگے تو کتاب کا کچھ حصہ پڑھا اور جب دلچسپی پیدا ہوئی تو پوری کتاب پڑھ ڈالی اور اسی وقت یہ فیصلہ کر لیا کہ میں بیعت کروں گا۔ چنانچہ جب آپ بیعت کر کے سلسلہ میں داخل ہوئے تو اس وقت آپ ساتویں جماعت میں تھے۔ اس ایک بیٹے کے علاوہ چوہدری فضل داد صاحب کے باقی تمام بچے غیر از جماعت ہی رہے۔

دادا جان کی خواہش

چوہدری غلام احمد صاحب بیعت کے بعد سلسلہ کے اس قدر شیدائی ہوئے کہ آپ کو قادیان جانے کا بہت شوق ہوا اور ایک دفعہ جب آپ بورڈنگ کے لیے اپنے گھر سے کھانے پینے کا سامان لے کر جا رہے تھے تو آپ نے وہ تمام سامان بیچ کر قادیان جانے کا فیصلہ کیا اور قادیان میں مدرسہ میں داخلے کی درخواست دی۔ مگر انتظامیہ نے کہا کہ پہلے آپ اپنے والدین کو لے کر آئیں پھر داخلہ ہوگا۔ چنانچہ آپ مدرسہ میں بیٹھے رہتے گو کہ آپ کا داخلہ نہیں ہوا۔ جب گھر والوں کو معلوم ہوا کہ آپ سکول میں موجود نہیں ہیں تو آپ کے گھر والے آپ کی تلاش میں قادیان پہنچے جہاں آپ موجود تھے اور آپ کو گھر واپس لے آئے۔ اس طرح آپ کی مربی بننے کی خواہش ادھوری رہ گئی۔

ہجرت

جب چوہدری غلام احمد صاحب کی شادی ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو اولاد سے نوازا۔ تو آپ کو اپنی اولاد کی تربیت کی فکر دامن گیر ہوئی اور محض اس خوف سے کہ اگر گاؤں میں قیام رہا تو میں اپنی اولاد کی بہتر رنگ میں تربیت نہ کر سکوں گا، آپ اپنی تمام زمینیں اور جائیداد چھوڑ کر ربوہ منتقل ہو گئے۔

والد محترم کی پیدائش اور وقف

میرے والد محترم محمود احمد شاد صاحب شہید 1962ء میں عیسیٰ خیل ضلع میانوالی میں پیدا ہوئے۔ آپ نے ابتدائی تعلیم ربوہ سے حاصل کی۔

میرے دادا محترم چوہدری غلام احمد صاحب نے اپنے اکلوتے بیٹے محترم محمود احمد شاد صاحب کو قبل از ولادت وقف کر دیا اور بچپن سے ہی ان کی تربیت ایک واقف زندگی کی طرح کی۔

بیٹا سلسلہ کا شیدائی

میرے والد محترم محمود احمد شاد صاحب سلسلہ کے شیدائی تھے اور بچپن سے ہی جب آپ اطفال الاحمدیہ میں تھے، تلاوت اور نظم کے مقابلوں میں اکثر پوزیشن لیتے تھے اور اس وجہ سے آپ کو کئی مرتبہ خلفاء کی موجودگی میں بھی تلاوت کا موقع ملا۔

میرے والد کی خواہش تھی کہ وہ ڈاکٹر بنیں اور جماعت کی خدمت کریں۔ جب آپ کا میٹرک کا رزلٹ آیا تو آپ بہت خوش تھے اور اپنے ابا جان کے پاس گئے اور عرض کیا کہ میرے بہت اچھے نمبر آئے ہیں اور اب میں ایف ایس سی میں داخلہ لوں گا اور ڈاکٹر بنوں گا۔ مگر وہ بیان کرتے تھے کہ جب ان کے والد نے یہ بات سنی تو وہ آپ کو اپنے کمرے میں لے گئے جہاں آپ کی لائبریری تھی اور اپنے بیٹے سے انتہائی رقت سے کہا کہ بیٹا میں نے تمہارے لیے کوئی جائیداد نہیں بنائی سوائے ان حضرت مسیح موعود کی کتابوں کے اور میری یہ خواہش ہے کہ تم ایک مربی بن کر جماعت کی خدمت کرو آگے تمہاری مرضی ہے۔

میرے والد بتاتے تھے کہ جب میں نے اپنے والد کی یہ بات سنی تو میں نے اگلے ہی روز جامعہ احمدیہ سے داخلہ فارم لے کر پُر کیے اور جامعہ میں داخل ہو گیا۔ ان کے ابا جان اس بات سے بہت خوش ہوئے۔

خلیفۃ المسیح کا آپ کے ساتھ پیار کا تعلق

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا آپ کے ساتھ انتہائی پیار اور شفقت کا تعلق تھا اور اکثر مجھے اپنے واقعات سنایا کرتے تھے۔

آپ بتاتے تھے کہ ایک مرتبہ جب آپ اطفال الاحمدیہ میں تھے تو ایک جگہ وقارِ عمل کر رہے تھے۔ جب حضرت خلیفۃ المسیح الثالث اس جگہ کا دورہ کرنے کیلئے تشریف لائے تو اس وقت آپ کانٹے اٹھا رہے تھے حضور انور نے آپ سے پوچھا کہ کیا تم بکری سے زیادہ طاقتور ہو؟ اس پر آپ نے معصومیت سے عرض کیا کہ جی حضور۔ اس پر حضور نے فرمایا کہ کیا تم کانٹے کھا سکتے ہو تو آپ نے عرض کیا کہ نہیں حضور۔ حضور انور نے فرمایا کہ پھر تو تم بکری سے طاقتور نہیں ہو کیونکہ بکری تو کانٹے کھا سکتی ہے اس واقعہ کے بعد جب بھی آپ کی حضور سے ملاقات ہوتی تو حضور آپ کو بڑے پیار سے بکری کہہ کر بلاتے۔

قد لمبا کرنے کا طریق

آپ کا قد چھوٹا تھا۔ ایک مرتبہ آپ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث سے ملاقات کے لیے گئے تو حضور نے فرمایا کہ تمہاری عمر کتنی ہے تو غالباً اس وقت آپ کی عمر 13 یا 14 سال تھی۔ اس پر حضور نے فرمایا کہ جب تم 16 سال کے ہو گے تو مجھے بتانا میں تمہیں قد لمبا کرنے کا طریقہ بتاؤں گا۔ چنانچہ اس عرصہ کے دوران جب بھی آپ حضور سے ملتے تو حضور پوچھتے کہ بکری تم ابھی 16 سال کے نہیں ہوئے؟

جب آپ 16 سال کے ہوئے تو حضور سے ملاقات کے لیے حاضر ہوئے اور عرض کی کہ میری عمر 16 سال ہو گئی ہے۔ حضور انور نے فرمایا کہ تم کوہاٹ جاؤ اور کچھ عرصہ وہاں رہو، کیونکہ کوہاٹ کے پانی کی یہ تاثیر ہے کہ وہ قد لمبا کرتا ہے۔ لیکن آپ میٹرک کی چھٹیوں میں کسی وجہ سے نہ جا سکے۔ جب آپ جامعہ میں داخل ہوئے تو حضور نے آپ سے پوچھا کہ تم کوہاٹ گئے کہ نہیں؟ آپ نے اپنی مجبوری بتائی اور عرض کی کہ حضور میں نہیں جا سکا۔ اس پر چھٹیوں میں حضور انور نے آپ کو ایک ماہ کے لیے کوہاٹ بھجوایا۔

جامعہ سے تکمیل تعلیم اور میدان عمل

آپ نے 1986ء میں جامعہ پاس کیا اور میدان عمل میں قدم رکھا۔ آپ کی پہلی پوسٹنگ 33 چک اور پھر خوشاب میں ہوئی۔ اس کے بعد فضل عمر فاؤنڈیشن میں تقریباً 3 سال تک کام کرنے کی توفیق ملی۔ اس کے بعد آپ کی تعیناتی کھاریاں میں ہوئی۔ وہاں پر کچھ عرصہ رہنے کے بعد آپ کو تنزانیہ، مشرقی افریقہ بھجوایا گیا۔ جہاں آپ کو قریباً گیارہ سال تک خدمت دین کی توفیق ملی۔ تنزانیہ میں آپ کو کئی شہروں میں خدمت کا موقع ملا۔ مگر ارنگا میں آپ کو سب سے پہلے خدمت کی توفیق ملی۔ آپ سے پہلے یہاں کوئی بھی مربی سلسلہ نہ تھے۔ جب آپ کی تعیناتی یہاں ہوئی تو آپ نے جماعتی مرکز قائم کیا اور دعوت الی اللہ کا آغاز کیا۔ ارنگا کے آس پاس کئی گاؤں میں آپ نے دعوت الی اللہ کی اور وہاں جماعت احمدیہ کا پودا لگایا۔ جب آپ دعوت الی اللہ کیلئے جاتے تو بعض اوقات ہمیں بھی ساتھ لے جاتے۔ ارنگا تنزانیہ کا وہ شہر ہے جو پہاڑی پر واقع ہے اور بہت اونچائی پر ہے۔ گو کہ میں اس وقت چھوٹا تھا مگر ٹوٹی پھوٹی سڑکیں اور سنسان راستے، سڑک کے ایک طرف گہری کھائیاں مجھے اچھی طرح یاد ہیں۔ میں بڑے شوق سے ابا جان کے ساتھ جاتا مگر راستے میں ایسی چیزیں دیکھ کر سخت ڈر جاتا تھا۔ ارنگا میں عربوں کا بہت زور تھا اور وہ ہمارے شدید مخالف تھے۔ مگر وہاں پر ہماری جماعت کو بھی دعوت الی اللہ کا حق تھا اس لیے ابا جان نے وہاں کئی جلسے منعقد کروائے اور حضرت مسیح موعود کا پیغام پہنچایا۔

ایک مناظرہ مجھے اچھی طرح یاد ہے جب ہمارے مخالفوں نے اس مناظرے کے دوران ہمارے خلاف نعرے بازی کرنے کی کوشش کی۔ ابا جان نے وہاں ایک بہت جلالی خطاب کیا۔ جس میں ابا جان نے حضرت مسیح موعود کے چیلنج دکھائے اور کہا کہ کون ہے جس نے آج تک ان کا جواب دیا ہے اور آخر میں ایک بات جو آپ نے کہی وہ یہ تھی کہ ''اے ارنگا کی سرزمین تو گواہ رہ کہ میں نے حضرت مسیح موعود کا پیغام تجھ تک پہنچا کر اپنا فرض پورا کر دیا ہے۔ اب تم مانو یا نہ مانو یہ تمہارا اور تمہارے خدا کا معاملہ ہے۔''

افریقہ سے واپسی پر آپ کو راولپنڈی میں 3 سال تک خدمت کی توفیق ملی۔ اس کے بعد آپ کو لاہور ماڈل ٹاؤن بھجوایا گیا جہاں آپ آخر وقت تک خدمت دین کرتے ہوئے راہ مولیٰ میں قربان ہو گئے۔

آپ انتہائی نڈر انسان تھے کبھی جماعتی مخالف سے نہیں ڈرتے تھے۔ جب آپ کی تعیناتی لاہور ماڈل ٹاؤن میں ہوئی۔ فروری میں ہم یہاں آئے۔ قریباً ایک ماہ بعد ہی آپ کو دھمکی آمیز فون آنے شروع ہو گئے۔ آپ نے گھر میں اس کا ذکر نہ کیا۔

28 مئی کے روز آپ نے نیا سوٹ پہنا اور نیا رومال لیا، خوشبو لگائی اور دو رکعت نفل ادا کر کے جمعہ کیلئے بیت الذکر چلے گئے۔ میں بھی کچھ دیر بعد بیت الذکر چلا گیا۔ سنتیں ادا کرنے کے بعد ابا جان نے خطبہ شروع کیا۔ آیت استخلاف کی تلاوت کے بعد خلافت کے موضوع پر خطبہ دینا شروع کیا اور کچھ ہی دیر بعد فائرنگ شروع ہو گئی۔ آپ نے کھڑے ہوئے احباب سے بیٹھنے کی درخواست کی اور کہا کہ خطبہ جاری ہے۔ مگر فائرنگ کی شدت زیادہ ہونے کی وجہ سے آپ نے تمام دوستوں سے لیٹنے کے لیے کہا اور خود محراب سے تھوڑا باہر آ کر مائیک ہاتھ میں پکڑ کر دوستوں کو درود شریف اور اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجْعَلُکَ ...... کی دعا کا ورد کرنے کی تلقین کرتے رہے۔ اسی دوران دہشتگرد کی گولیوں کا نشانہ بن کر اپنے مولیٰ کی رضا پر راضی رہتے ہوئے اس کی راہ میں اپنی جان قربان کر گئے۔

''راضی ہیں ہم اسی میں جس میں تیری رضا ہو''

آخری خواہش

جن دنوں ابا جان کو دھمکیاں مل رہی تھیں، انہوں نے مجھے اور میری والدہ کو بڑی رقت کے ساتھ ایک بات کی اور میرے لیے وہ آپ کی آخری نصیحت ہے۔ آپ نے کہا ''آج میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے میری قربانی لینی ہے تو میں حاضر ہوں، مگر میری اولاد کو ہمیشہ خلافت سے وابستہ رکھنا۔''

میں افراد جماعت کی خدمت میں دعا کی درخواست کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اور میرے بھائی کو اپنے شہید والد کی اس نصیحت اور خواہش پر عمل کرنے اور ہمیں اپنے والد کی نیکیوں کو جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے اور ان کی طرح دین کی خدمت کرنے کی بھی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

مکرم ملک اطہر احمد صاحب

میرے دادا مکرم ملک مقصود احمد صاحب (سرائے والہ)

28 مئی 2010ء کو دارالذکر میں راہ مولیٰ میں قربان ہو گئے

شہید ملک مقصود احمد سرائے والہ کے نام سے جانے جاتے تھے۔ آپ کے آباو اجداد صاحب ثروت اور مخیّر حضرات تھے جن کی بٹالہ میں مہمان سرائے تھی۔ ان کے والد محترم ایس اے محمود صاحب، صدر پاکستان محمد ایوب خان کے مشیر رہے جبکہ جماعت احمدیہ لاہور کی جانی پہچانی شخصیت محترم ڈاکٹر عبید اللہ صاحب مرحوم ان کے تایا جان تھے۔ آپ کے نانا جان محترم حضرت ملک علی بخش صاحب جو کہ ریاست بھوپال کے وزیر تھے کو عالم جوانی میں ہی حضرت مسیح موعود کی بیعت کا شرف نصیب ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے جب انہیں اولاد سے نوازا تو وہ اپنی پہلی بیٹی (شہید کی والدہ محترمہ) کو لے کر حضرت مسیح موعود کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے حضرت مسیح موعود نے اس نومولودہ کے سر پر اپنا شفقت بھرا ہاتھ بھی پھیرا تھا۔ اس لحاظ سے مرحوم کے نانا جان، نانی جان اور والدہ محترمہ رفقاء تھے۔

مرحوم کی پیدائش بھوپال میں ہوئی۔ آپ کے والد محترم عموماً انگلستان میں رہتے جبکہ آپ نے اپنی نانی محترمہ مختار بیگم صاحبہ کے پاس قادیان میں پرورش پائی۔ جنہوں نے آپ کی تربیت بڑی جانفشانی سے کی۔ آپ تعلیم الاسلام کالج قادیان میں زیر تعلیم رہے۔ ایف۔ اے کے امتحان سے قبل واپس بھوپال چلے گئے اور بعد میں یہ فیملی لاہور آکر سیٹل ہوگئی۔

آپ کو حضرت مرزا ناصر احمد خلیفة المسیح الثالث جیسی عظیم شخصیت کی شاگردی کا شرف حاصل ہوا اور پھر یہ تعلق حضرت اقدس کے وصال تک جاری رہا۔ حضرت خلیفة المسیح الثالث کو خلافت سے قبل اور بعد میں بھی لاہور میں اگر ذاتی یا کسی اور قسم کا کوئی بھی کام ہوتا تو مرحوم کے سپرد کرتے جو آپ احسن رنگ میں سرانجام دیتے۔ حضرت خلیفة المسیح الثالث دوران ملاقات ہمیشہ اپنے اس غلام کو ایک ہاتھ سے پکڑ کر روک رکھتے اور منٹوں اپنے پاس کھڑا کر کے باتیں کرتے رہتے جبکہ دوسرے احباب مصافحہ کرنے کے بعد گزرتے رہتے شاید پیارے آقا کی آنکھ نے جانچ لیا تھا کہ اس شاگرد خاص کو مسیح موعود کی جماعت میں قرآنی بیان کردہ انعاموں میں سے ایک انعام شہادت نصیب ہونی ہے۔

بوقت شہادت ان کی عمر 80 سال تھی اور نظام وصیت میں شامل تھے۔ آپ کو زندگی بھر مختلف جماعتی و تنظیمی خدمات کی توفیق ملتی رہی۔ اس وقت آپ اپنے حلقہ میں بطور سیکرٹری تعلیم القرآن، آڈیٹر، امانت تربیت اور امین خدمت کی توفیق پا رہے تھے۔ دارالذکر میں ان کو راہ مولیٰ میں جاں نثاری کا رتبہ ملا۔

دارالذکر مرحوم کے نواسے فیضان محمود نے بتایا کہ وہ دارالذکر کے مین ہال میں دوسری صف میں بیٹھے تھے۔ دہشت گرد نے مین ہال میں داخل ہوتے ہی شدید فائرنگ شروع کر دی۔ دہشت گرد نے ان پر بھی برسٹ مارا جس سے ان کی شہ رگ اور کندھے پر کافی گولیاں لگی تھیں۔ ان کی باڈی دیکھ کر اور عینی شاہدین کے مطابق یہی محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے دہشت گرد کو پکڑنے کی کوشش کی گئی تو دہشت گرد نے ان پر شدید فائرنگ کی جس سے موقع پر ہی قربان ہو گئے۔

مرحوم پنجوقتہ نماز اور تہجد کے پابند تھے، موسم کی شدت اور صحت و تندرستی کی پراوہ کئے بغیر گھر سے کافی فاصلہ پر واقع بیت الذکر میں باقاعدگی سے باجماعت نمازیں ادا کرنے جاتے۔ بچپن ہی سے آپ صوم وصلوٰۃ کے پابند رہے۔ ایک مرتبہ قادیان میں مقابلہ ہوا کہ بچوں میں سے کون سب سے پہلے بیت الذکر آئے گا۔ تو دیکھا کہ آپ صبح اڑھائی بجے بیت الذکر پہنچے ہوئے تھے حالانکہ اس وقت آپ کم سن تھے۔

آپ قرآن کریم کی بہت توجہ اور انہماک سے گھنٹوں تلاوت کرتے، صبح کی تلاوت کے علاوہ رات کے کئی پہر تلاوت قرآن مجید میں صرف کرتے اور قرآن پاک کے معنی اور مطالب پر بہت غور وخوض کرتے اور بچوں کو بھی اسی ڈھنگ سے قرآن کریم کے خزائن کو سمجھنے کی تلقین کرتے اور ان کی دینی اصلاح بڑے منفرد انداز سے کرتے کہ سمجھائی جانے والی بات ان بچوں کے ذہن پر ہمیشہ کے لئے نقش ہو جاتی۔ اس کے علاوہ مرحوم بچوں کی دنیاوی تعلیم و تربیت کے بارہ بھی خصوصی توجہ دیتے اور بچوں کے اچھے امتحانی نتائج پر بے حد خوش ہوتے اور انعام دے کر ان کی حوصلہ افزائی کرتے۔ آپ بڑی باقاعدگی سے چندہ ادا کیا کرتے تھے اور ہر مالی تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے۔ کتب حضرت مسیح موعود اور جماعتی لٹریچر کا باقاعدگی سے مطالعہ کرتے اور خطبات حضور انور کے علاوہ MTA کے دیگر پروگرامز بڑی دلچسپی سے دیکھتے اور سنتے تھے۔ احمدیت کے شیدائی تھے۔ دعوت الی اللہ کا جنون کی حد تک شوق تھا اور دعوت الی اللہ کے دائرہ کار میں ہر طبقہ سے تعلق رکھنے والے افراد شامل تھے۔ اس حوالہ سے ان کا باثمر افراد میں شمار ہوتا تھا۔ دعوت الی اللہ کے شوق کے پیش نظر اکثر اوقات گھر والے کھانے پر ان کا انتظار کرتے رہتے لیکن یہ باہر دعوت الی اللہ کے سلسلہ میں گئے ہوتے اور کھانا کھانے پر اس کام کو ہمیشہ ترجیح دیتے تھے۔

شہادت سے قریباً دو ماہ قبل آپ نے بتایا کہ آج کل ایک بڑے بنک کا اعلیٰ افسر زیر دعوت ہے۔ جس سے عقیدہ ختم نبوت پر بات ہو رہی ہے چنانچہ میں نے اسے حضرت مرزا بشیر احمد کی تصنیف ''سیرت خاتم النبین صلی اللہ علیہ وسلم'' خرید کر دی ہے تا کہ اس کے مطالعہ کے بعد تفصیلی گفتگو ہوسکے۔ اعلیٰ طبقہ سے لے کر ایک چھوٹے سے چھوٹے دوکاندار یا عام آدمی کو بھی دعوت الی اللہ کرتے نیز ان کے پاس جماعتی تعلیم اور دلائل کا گراں قدر ذخیرہ تھا۔ بوقت دعوت الی اللہ قرآن وحدیث کے دلائل کے علاوہ مخاطب کی ذہنی سطح اور صلاحیت کے مطابق عقلی دلائل بھی دیتے۔ باکمال انداز دعوت الی اللہ سے یوں محسوس ہوتا تھا کہ مربی سلسلہ ہیں۔

اکاؤنٹس کے ماہر تھے، اور انگلش میں باکمال ہینڈ رائٹنگ کے مالک تھے۔ آپ متفرق اشیاء امپورٹ ایکسپورٹ بھی کرتے رہے۔ انشورنس کے بزنس سے بھی وابستہ تھے۔ ان کی قابلیت کے پیش نظر ادارے نے ان کو آنے جانے کے لئے دو گاڑیاں دے رکھی تھیں۔ آپ کو 1971ء میں سابقہ مشرقی پاکستان کے بنگلہ دیش بننے پر مغربی یا موجودہ پاکستان میں مشرقی پاکستان کی جملہ کمپنیوں کی املاک کا نگران اعلیٰ مقرر کر دیا گیا اور آپ نے اس ذمے داری کو نہایت احسن رنگ میں سرانجام دیا۔

آپ بہت بااخلاق، کم گو، صاحب بصیرت، غریب پرور اور عالم باعمل تھے۔ آپ صحت کے اصولوں کے مطابق زندگی گزارتے، کم بسیار اور کم خمار تھے، باقاعدگی سے ورزش بھی کرتے اس وجہ سے آپ کی صحت بہت اچھی تھی اور آپ اپنی عمر سے کافی چھوٹے لگتے تھے، آپ بہت ہی بااصول انسان تھے، اصولوں پر سمجھوتہ بالکل نہ کرتے اور ہر حال میں قانون کی پابندی کرتے تھے۔ ان کی زندگی بہت ہی سادہ اور درویشانہ تھی جس میں کسی قسم کا کوئی دکھاوا نہ تھا نہایت نفیس طبیعت تھی انہیں دیکھ کر پاکیزگی کا احساس ہوتا اپنی زندگی کے ہر لمحے سے بھرپور مستفیذ ہوئے۔ اپنے والدین کے علاوہ باقی بڑوں کے ساتھ ہمیشہ ادب اور اطاعت کرتے ہوئے زندگی گزاری یہاں تک کہ اپنے بیوی، بچوں، بیٹیوں بہوؤں، دامادوں اور چھوٹوں کے ساتھ بھی ہمیشہ احترام اور محبت کا سلوک کیا ہر ایک کو نہایت ادب سے بلاتے۔ ریاکاری سے پاک طبیعت پائی۔ زندگی بھر کسی کی برائی کبھی نہ کی اور نہ ہی برداشت کرتے تھے اور نہ ہی کسی کے معاملہ میں بے جا تانک جھانک کی۔ طبیعت میں خودداری انتہا درجے کی تھی ہمیشہ اپنا کام اپنے ہاتھ سے کرنے کو پسند کرتے حتیٰ کہ کسی بھی بچے کو کبھی کوئی کام نہیں کہا۔ اپنی پوری زندگی کو اللہ تعالیٰ کی امانت سمجھتے ہوئے حق ادا کیا۔ اپنی زندگی کا ایک لمحہ بھی ضائع نہیں کیا۔ آپ اپنے فارغ اوقات کو صحت مند مشاغل میں صرف کرتے، مثلاً باغبانی کرنا اور گھریلو کاموں میں ہر ایک کی مدد کرنا وغیرہ۔ کسی قسم کی تھکاوٹ یا اکتاہٹ ان پر غالب نہ ہوتی اسی طرح مجبور اور مستحق افراد کی ایسے مدد کرتے کہ ایک ہاتھ سے دیتے تو دوسرے کو خبر نہ ہوتی۔ آپ نے اپنے خاندان میں پیدا ہونے والے ہر وقف نو بچے کی پیدائش سے ہی اس کا ایک وظیفہ مقرر کر رکھا تھا جو کہ شہادت تک باقاعدگی سے ادا کرتے رہے۔

آپ کی اہلیہ محترمہ نے ان کی شہادت سے چند دن پہلے خواب میں دیکھا کہ میں ایک کمرے میں تہجد ادا کر رہی ہوں آپ سے کہتی ہوں کہ AC بند کر دو۔ تھوڑی دیر بعد AC سے کوئی آواز آتی ہے میں خیال کرتی ہوں کہ ملک صاحب کو دکھاؤں گی۔ خواب میں جب میں ملک صاحب کو AC دکھانا چاہتی ہیں تو وہاں AC کا نام ونشان نہیں تھا۔ جیسے کوئی اُٹھا کر لے گیا ہو۔ اس خواب کے پس منظر میں انہیں احساس تھا کہ شاید کوئی نقصان ہونے والا ہے۔ اور پھر یہی ہوا کہ ہمارے ہردلعزیز اور محبوب محترم ملک مقصود احمد (سرائے والہ) 28 مئی کو دارالذکر میں راہ مولیٰ میں قربان ہو گئے اور ہم سب کے دل کی ٹھنڈک اور راحت (AC) کو دشمن احمدیت نے ہم سے جدا کر دیا۔ اللہ کریم آپ کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطاء فرمائے۔ آمین

آپ مکرم طاہر احمد ملک صاحب امیر ضلع لاہور کے بہنوئی تھے۔ آپ نے اپنے پسماندگان میں اہلیہ مکرمہ ڈاکٹر شمیم ملک صاحبہ کے علاوہ دو بیٹے۔ ملک تبسم مقصود ایڈووکیٹ سپریم کورٹ (اس وقت زندگی وقف کر کے نائب ناظر امور عامہ کی حیثیت سے خدمت کی توفیق پا رہے ہیں) ڈاکٹر سہیل مقصود صاحب (امریکہ میں مقیم ہیں) چار بیٹیاں انجم نوید صاحبہ (سیکرٹری لجنہ اماء اللہ مجلس دارالذکر لاہور) اہلیہ مکرم ڈاکٹر نعیم احمد قریشی صاحب مرحوم شہلا ظفر صاحبہ (صدر لجنہ اماء اللہ حلقہ ڈیفنس) اہلیہ مکرم قاضی ظفر اقبال صاحب (آرکیٹیکٹ) ڈاکٹر فوزیہ مقصود صاحبہ اہلیہ مکرم ڈاکٹر احمد فواد صاحب مرحوم عاصمہ نوید صاحبہ اہلیہ مکرم پروفیسر اعجاز احمد باجوہ صاحب یادگار چھوڑی ہیں۔

مون سون ۔ اور اتفاقات کا سلسلہ

عبداللہ طارق سہیل اپنے کالم وغیرہ وغیرہ میں لکھتے ہیں۔

ہر طرح کی باتیں ہو رہی ہیں، کچھ لوگ کہتے ہیں، یہ اللہ کا عذاب ہے۔ ہوسکتا ہے عذاب ہی ہو۔ آخر دنیا دیکھ رہی ہے ہر طرح کا ظلم جتنا پاکستان میں ہو رہا ہے، کہیں اور نہیں ہو رہا۔ مقبوضہ کشمیر میں بھی ظلم کا ایسا حجم نہیں جہاں بھارتی فوج نے کشمیریوں کو ہلاک کرنے کے لئے وہی اسلحہ استعمال کرنا شروع کر دیا ہے جس سے جانور مارے جاتے ہیں۔ مقبوضہ کشمیر کے 60 لاکھ کشمیری بھارت کے نزدیک جانور ہی تو ہیں لیکن پاکستان کے 17 کروڑ عوام کیا ہیں، حکومت، مقتدر ادارے، اشرافیہ اور جاگیرداروں کا اکٹھ ان 17 کروڑ عوام کو جانور ہی سمجھ لے تب بھی غنیمت ہے۔ آخر جانوروں کو بھی وائلڈ لائف فنڈ کے تحت کچھ نہ کچھ حقوق حاصل ہیں۔ بہرحال، کچھ اور لوگ کہہ رہے ہیں، یہ عذاب نہیں ہے بلکہ قدرت کے نظام کے تحت تباہی آئی، حکمرانوں کی غفلت اور مس ہینڈلنگ نے جس کا دائرہ کئی گنا پھیلا دیا اور غفلت سے مراد سیلاب کے موقع پر برتی جانے والی لاپرواہی ہی نہیں، ماضی کے رویئے بھی ہیں۔ حکمرانوں سے مل کر ٹمبر مافیا جنگلات کی کٹائی کرتا رہا، دریاؤں کے ناقص پشتے بنتے رہے وغیرہ وغیرہ۔

یہ سب اپنی جگہ بالکل ٹھیک لیکن کچھ تو اتفاقات ہیں جو کم کم ہی ہوتے ہیں مثلاً سوات کو لیجئے، جہاں مون سون کے دو سسٹم ایک ہی وقت میں ٹکرائے۔ ایک سسٹم مشرق سے آتا ہے جس کا دورانیہ سفر زیادہ لمبا ہے۔ دوسرا مغرب سے جس کا فاصلہ کم ہے۔ یہ دونوں سسٹم الگ الگ وقت پر روانہ ہوئے اور روانگی کے یہ الگ الگ وقت ایسے تھے کہ جب سفر مکمل ہوا تو دونوں ایک ہی وقت آمنے سامنے تھے۔ سوات کے آسمان پر یہ مہیب بادل ٹکرائے اور یوں سمجھو کہ سال بھر کا پانی آن کی آن میں برس گیا۔ پھر مغربی اور جنوبی پنجاب میں کیا ہوا؟ دریائے سندھ کے مہیب ریلے عین اسی وقت پہنچے جب طوفانی بارشوں نے رودکوہیوں کو بے قابو کر دیا تھا۔ ادھر سے سندھ کا پانی ادھر سے رودکوہیوں کا طغیان۔

اتفاق سے یہ سب کچھ ہوا اور یہ معاملہ بھی اتفاق ہی میں کیوں نہ شامل سمجھا جائے کہ جہاں بند توڑنے تھے نہیں توڑے گئے اور جہاں نہیں توڑنے تھے، توڑ دیئے گئے۔ حکام پر جو بھی الزامات ہیں، وہ انہی اتفاقات کے گٹھ جوڑ میں کیوں نہ شامل کریں۔

مون سون کا سسٹم

مون سون کا سسٹم کیا ہے؟ ہمارے سارے علاقے میں جتنی بارش ہوتی ہے، وہ زیادہ تر بہت دور مشرق میں خلیج بنگال کے جنوبی سرے سے آنے والے بادل برساتے ہیں۔ مون سون کا بڑا تام جھام اس سمندر میں بنتا ہے جو خلیج بنگال اور بحر ہند کے مقام اتصال پر واقع ہے۔

محسن کاکوروی کی مشہور عالم نعت کا مطلع یاد ہوگا

سمت کاشی سے چلا جانب متھرا بادل
برق کے کاندھے پہ لاتی ہے صبا گنگا جل

برق کے کاندھے صبا جو پانی لاتی ہے اسے گنگا کا پانی از راہ استعارہ کہا اس لئے کہ بارش کا پانی صاف اور پاک ہوتا ہے ورنہ دریاؤں کے پانی سے بادل نہیں بنتے۔ کاشی متھرا اسے بہت دور مشرق میں واقع ہے۔ دراصل یہ کوئی شہر نہیں، ایک مندر ہے جو بنارس کے پاس دریائے گنگا کے کنارے واقع ہے۔ ہاں اتر کاشی نام کا ایک شہر الگ سے اتر انچل پردیش میں ہے۔ دشوانا تھ دیوتا کے نام سے منسوب یہ مندر ہندوؤں کے چوٹی کے پوتر استھانوں میں شامل ہے۔ بنارس سے متھرا کے درمیان کا فاصلہ پانچ چھ سو کلومیٹر کے درمیان تو ضرور رہا ہوگا چنانچہ بنارس (اب وارانا سی) سے جھومتے جھامتے آنے والے بادل متھرا پہنچتے پہنچتے جن شہروں کو سیراب کرتے ہیں ان میں الہ آباد، سلطان پور، رائے بریلی، کانپور، ایٹاوا، مین پوری، فیروز آباد اور آگرہ بھی شامل ہیں اور بادل کا اوپر والا کنارہ ذرا پھیل گیا ہو تو علی گڑھ میں بھی برسے گا۔ یہ بادل برس کر تحلیل ہو جائیں تو ٹھیک ورنہ پھر آگے ہی آگے چلتے جاتے ہیں۔ مثلاً بہت گہری اور پھیلی گھٹا ہو تو ہریانہ اور مشرقی پنجاب کی فضائیں عبور کرتی پاکستان میں جا داخل ہوتی ہے۔

اور یہ بادل متھرا سے نہیں اٹھتے، جیسا کہ شروع میں بتایا تھا مون سون کا سارا تام جھام خلیج بنگال کے سمندروں سے تیار ہو کر شمال مغرب کا رخ کرتا ہے اور ہمالہ کے ساتھ ساتھ ٹکراتا ہوا پاکستان کے صوبہ خیبر تک آتا ہے راستے میں شوالک کا سلسلہ بھی ہے اور اس کے سفر کی آخری حد کوہ ہندوکش ہے۔

یہ پہاڑ نہ ہوتے تو یہ نظام شمال کا رخ کرتا اور اگر ایسا ہوتا تو چین میں تکلا مکان کا صحرا نہ ہوتا اور شاید دائیں طرف کو سیدھا شمال میں گوبی کا بھی بلکہ وہاں مرغزار جھوم رہے ہوتے۔

اب یہ بھی اتفاق سمجھ لیجئے کہ مون سون کا نظام چونکہ بنا ہی شمالی اور وسطی بھارت اور پاکستان کے لئے ہے اور کہیں برساؤ کا یہ حصہ کوئی اور نہ لے جائے، اس لئے شمال میں کوہ ہمالیہ اور شوالک کے سلسلے بن گئے اور مغربی حد پر کوہ ہندوکش نے دیوار کھڑی کر دی اور پھر ان رکاوٹوں کے اوپر کافی آگے کو سائبیریا کے وسیع علاقے ہیں جہاں مزید شمال سے آنے والی ہوائیں بارش کم اور برف زیادہ برساتی ہیں اور اتفاق سے یہ بھی ایک ایسا نظام ہے جو نہ ہوتا تو موسم کچھ کے کچھ ہو جاتے۔ ماحولیاتی آلودگی نے موسم کے بدلاؤ میں حصہ ضرور لیا ہے لیکن موسم کا مجموعی ڈھانچہ وہی ہے جو پہلے تھا اور ہمیشہ جب بھی بارش برستی ہے تو اوسط ایک سا ہی رہتا ہے۔ کبھی کہیں تھوڑی کم، کبھی کہیں تھوڑی زیادہ، کبھی کبھار کسی علاقے میں زیادتی کا پلڑا بھاری ہوا تو سیلاب آ گیا لیکن ایسا سیلاب جواب کے آیا اسے کیا سمجھئے؟........... چلئے محض اتفاق ہی سمجھے!

بارش کیا ہے

اور بارش خود ہے کیا۔ محض ''اتفاقات'' کا ایک سلسلہ؟ اتفاق سے سمندروں کا پانی بخارات میں تبدیل ہوتا ہے پھر اڑ کر بالائی فضا میں بادل بن جاتا ہے؟ کیا یہ واقعی اتنا آسان اور سادہ عمل ہے؟

ذرا غور کیجئے، ایک سیکنڈ میں دنیا بھر کے سمندروں سے یا پھر ان بڑی بڑی جھیلوں سے جن کا پانی نمکین ہوتا ہے (جی ہاں، یہ نکتہ یاد رکھنے کا ہے کہ صرف وہی پانی جو نمکین ہوتا ہے، بادل بن سکتا ہے) 16 ملین ٹن پانی بخارات بن کر اوپر اٹھتا ہے، اس کا بادل بنتا ہے اور جہاں جہاں جا کر اس نے برسنا ہوتا ہے، برس جاتا ہے اور اسی مقررہ مقدار کے پانی کو قرآن میں ''قدر معلوم'' کہا گیا ہے یعنی سوچی سمجھی پیمائش:۔

''اور جس نے ایک (مقرر) اندازے کے ساتھ آسمان سے پانی نازل کیا۔'' (الزخرف)

اور ایک یاد رکھنے کی سچائی یہ بھی ہے کہ دنیا میں ہر سال ایک ہی جتنی بارش ہوتی ہے۔ کم نہ زیادہ.......... فرق کہاں پڑتا ہے؟ کبھی ادھر زیادہ برس گیا، کبھی ادھر زیادہ برس گیا۔

بدریا کبھی........... برس گئی اس پار تو کبھی اتر پڑی اس پار یہ فرق ہوتا ہے کہ کہیں سال بھر کا پانی ایک ہی مہینے میں برس گیا تو کبھی سارا ساون ہفتے بھر میں خلاص! اور ہمارے ہاں تو سال بھر کا پانی گویا ایک ہی دن میں برسنے جیسا معاملہ ہو گیا۔

اور یہ پانی اوپر کیسے اٹھتا ہے؟ سمندر میں اور صرف سمندر میں ایک قسم کے بہت ہی باریک ذرات ہوتے ہیں جن کو ایروسول Aerosole کہتے ہیں اور پھر نمک کے اتنے باریک ذرات بھی جو دکھائی ہی نہیں دیتے۔ پانی کو آپ کتنا ہی زیادہ ابال لیں، نمک نیچے رہ جائے گا۔ کبھی بھاپ میں شامل نہیں ہوگا لیکن بارش کے عمل میں یہی تو انوکھی بات ہے کہ نمک بھی مائل پرواز ہو جاتا ہے۔ ایروسول اور نمک کے ان باریک ذرات سے پانی کے ذرات چمٹ جاتے ہیں۔ سمندر کی سطح پر جھاگ بنتا اور اوپر کو اچھلتا ہے اور یہ ذرات اسی عمل کے ذریعے فضا میں پہنچ جاتے ہیں اور پھر اوپر اٹھتے چلے جاتے ہیں۔

بالائی فضا میں بادل جب برساؤ کی کیفیت میں آتا ہے تو انہی ننھے ننھے نمک اور ایروسول کے ذرات کے گرد آب ریزے لپٹ جاتے ہیں اور نیچے کو لپکتے ہیں۔ بارش کا ایک عام قطرہ اگر اتنی بلندی سے نیچے گرے جتنی بلندی پر بادل ہوتے ہیں تو عام سائنسی فارمولے یعنی کشش ثقل اور حجم اور رفتار کے حاصل ضرب کے حساب سے یہ قطرہ ہمارا سر پھوڑ سکتا ہے لیکن ایسا نہیں ہوتا، کیوں؟

کہانی کچھ اور ہے

کہہ لیجئے، اتفاقات کی داستان ہے لیکن کہانی کچھ اور ہے۔ شروع میں بارش کا قطرہ بہت ہی چھوٹا ہوتا ہے، جوں جوں نیچے آتا ہے اردگرد کے آب ریزے اس میں ملتے جاتے ہیں اور قطرہ بڑا ہوتا جاتا ہے اور نہایت محفوظ فاصلے پر آ کر ہی وہ اتنا موٹا ہو پاتا ہے کہ ہمارے سر پر گرے اور کچھ نہ ہو۔ یہی نہیں، درمیان کی ہوائیں اس کی رفتار کو بھی آہستہ کر کے زیادہ محفوظ بنا دیتی ہیں۔ یہی معاملہ اولوں کا ہے وہ شروع سے ہی اتنے بڑے نہیں ہوتے جتنے گرتے وقت ہوتے ہیں ورنہ تو جہاں اولے گرتے، پوری بستی کھائے ہوئے بھس کی طرح برباد ہو جاتی۔ اسے قدرت کا ہاتھ کہہ لیجئے جو سارے معاملے کو لے کر ایک ترتیب اور نظم سے، ایک ڈیزائن اور آہنگ سے آخر تک جاتا ہے لیکن ٹھہریئے! ہم اس ہاتھ والی بات کو کیوں مانیں۔ صحیح یہی ہے کہ شروع سے آخر تک اتفاقات کا ایک سلسلہ ہے۔

کیا یہ سب اتفاق ہے

بات شروع ہوئی تھی کہ اس سوچ سے کہ حالیہ سیلاب اور تباہ کاری محض اتفاق ہے تو اسی تباہ کاری کے مزید اتفاقات دیکھئے: بجلی گرتی ہے تو کم کم........... اور موسم عذابوں کا نہ ہو تو بجلی کی چمک کتنی سہانی لگتی ہے، بجلی چمکی اور یوں لگا: ع

دیکھو جی ہنس گئی کاری بدریا

لیکن ہم نے دیکھا، گلگت میں اور سرحد میں کئی گاؤں پورے کے پورے بجلی گرنے سے ملیا میٹ ہو گئے۔ بیسیوں افراد تو انہیں واقعات میں شہید ہوئے۔

بجلی کی یہ قیامت گرا دینے والی ہنسی اس سے پہلے ہم نے کتنی بار دیکھی؟ اور وہ بھی ایک ہی علاقے میں؟

اور پھر مزید ایک اتفاق دیکھئے، سیلاب بلا بستیاں ڈبوتا، میدانوں کو پاٹتا، بلندیوں کو پایاب کرتا، گھاٹیوں کو سمندر بناتا جب اپنی آخری منزل پر پہنچا تو اس کا سامنا پورنماشی کی راتوں سے ہوا یعنی جب پورے چاند کی ان دیکھی طاقت سمندروں کا پانی اچھال کر سیلاب کو واپس دھکیلتی ہے اور سیلاب کا دم آخر دورانیہ بڑھ جاتا ہے۔ بس اتفاق ہی ہے۔

اتفاقات کی کہانی تو بہت انوکھی ہے۔ جب ٹائی ٹینک بنا تو سائنس دانوں نے گویا ایک سائنسی سچائی بیان کر دی: یہ ایسا جہاز ہے کہ جو کبھی ڈوب ہی نہیں سکتا، کوئی طوفان اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا اور پھر ہوا کیا؟ یہ جہاز ابھی سفر کی شروعات ہی میں تھا کہ ایک تودے سے ٹکرا گیا۔ ایسے تودے ہزاروں کی تعداد میں برطانیہ اور کینیڈا کے درمیانی سمندر میں ہر وقت تیرتے پھرتے ہیں۔ بس اتفاق کی بات تھی کہ ایک تودا اس جہاز سے ٹکرا گیا اور اتفاق سے ہی ایسا ہوا کہ کبھی نہ ڈوبنے والا جہاز ڈوب گیا اور مزید اتفاق دیکھئے جہاز پر سفر کرنے والوں کی اکثریت اتفاقات پر یقین رکھتی تھی، خدائی ہاتھ پر نہیں لیکن اتفاق سے ایسا ہوا کہ کرانیکلز میں لکھا ہے، اتفاقات پر یقین رکھنے والے یہ سارے کے سارے مسافر ہاتھ اٹھا کر خدا سے بچاؤ کی دعائیں مانگ رہے تھے۔ کیا یہ قدرت کا ایک معمولی مظہر تھا کہ ناقابل شکست جہاز کو ایک تودے نے ٹکڑے ٹکڑے کر کے غرق کر دیا؟

اور کوئی مصیبت نہیں آتی مگر اللہ کے اذن سے
(التغابن)

ہم ضرور تمہیں خوف وخطر، فاقہ کشی، جان و مال

اور آمدنیوں کے گھاٹے میں مبتلا کر کے تمہاری آزمائش کریں گے۔(البقرہ)

بحث چل رہی ہے کہ یہ خدا کا عذاب تھا یا نہیں۔ عذاب بھی ہوسکتا ہے لیکن کبھی عذاب نہیں، انتباہ آیا کرتا ہے۔ کئی ہزار قیمتی جانیں حالیہ سیلاب میں ضائع ہوئیں (غیر سرکاری اندازوں کے مطابق، سرکاری اندازے دو ہزار سے کم کی گنتی بتاتے ہیں) لیکن جس شدت کا یہ سیلاب ہے اور جس طرح اچانک تیزی سے اس نے ہمیں آ لیا، اس کے پیش نظر یہ رائے بنائی جا سکتی ہے کہ یہ عذاب نہیں محض انتباہ تھا۔

کس بات کا انتباہ۔ کیا یہ بتانے کی ضرورت ہے؟

(روزنامہ ایکسپریس 27/26 اگست 2010ء)

ہماری ظاہر داریاں

عطاء الحق قاسمی اپنے کالم ’’روزن دیوار سے‘‘ میں لکھتے ہیں:۔

’’دنیاداری‘‘ کے علاوہ ہماری ’’دینداری‘‘ میں بھی ظاہر داری غالب آگئی ہے۔ ہم سب ’’عاشق رسولؐ‘‘ ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن بازار میں دودھ خریدنے کے لئے نکلیں تو ایک پاؤ دودھ بھی خالص نہیں ملتا، یہی حال دیگر اشیائے خورونوش کا ہے، ملاوٹ والی خوراک کی وجہ سے ہماری نوجوان نسل گوناگوں عوارض کا شکار ہورہی ہے، مگر اس نوع کے معاشرتی جرائم میں ملوث سب لوگوں کو یقین ہے کہ وہ بخشے جائیں گے کیونکہ وہ ’’کلمہ گو مسلمان‘‘ ہیں۔ حالانکہ بقول شاعر:

یہ شہادت گہ الفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلمان ہونا

اچھا مسلمان ہونے کی اولین شرط یہ ہے کہ آپ اچھے انسان بھی ہوں، انسانوں کے ساتھ دشمنی کرنے والا اچھا مسلمان کیسے ہوسکتا لیکن مال حرام جمع کرنے والوں کی جسارت کا یہ عالم ہے کہ ان میں سے کئی ایک نے تو اپنی ’’حرام گاہوں‘‘ پر یہ شعر بھی ایک تختی پر لکھا ہوتا ہے۔ ؎

یہ سب تمہارا کرم ہے آقاؐ
کہ بات اب تک بنی ہوئی ہے

آنحضورؐ کی شان میں اس سے زیادہ گستاخی اور کیا ہوسکتی ہے، میرے نزدیک یہ کھلی توہین رسالتؐ ہے لیکن ہم گستاخانہ خاکوں کے خلاف تو جلوس نکالتے ہیں لیکن ہمارے ہاتھ ان لوگوں کے گریبانوں تک کبھی نہیں پہنچے جو چائے کی پتی میں لکڑی کا برادہ اور دودھ میں جوہڑ کا پانی ملاتے ہیں اور اپنے اس افعال بد پر شرمندہ بھی نظر نہیں آتے۔ متذکرہ بالا مصرعہ صرف حضورؐ کے ان غلاموں کو زیبا دیتا ہے جو اپنی زندگیاں حضورؐ کی سیرت طیبہ کے مطابق گزارنے کی کوشش کرتے ہیں، بدکاروں کا یہ دعویٰ سراسر گستاخی کے زمرے میں آتا ہے کہ آقاؐ کے کرم کی بدولت ان کی ’’بات‘‘ ابھی تک بنی ہوئی ہے۔

گستاخی کا یہ سلسلہ یہیں تک محدود نہیں ہے بلکہ اپنا ’’کھانا پینا‘‘ ہضم کرنے کے لئے متذکرہ طبقے کے لوگ جب حج یا عمرہ کر کے واپس آتے ہیں تو مبارکباد دینے والوں کے ہجوم میں پکا سا منہ بنا کر کہہ رہے ہوتے ہیں۔ ’’ہمیں یہ سعادت کہاں حاصل ہونا تھی، بس ان کا بلاوا آیا اور ہم چلے گئے!‘‘۔ بلاوا کو پنجابی میں ’’سدّا دینا‘‘ کہتے ہیں اور ’’سدّا‘‘ بدنام لوگوں کو نہیں دیا جاتا۔ چہ جائیکہ دربار رسالتؐ سے ان لوگوں کو بلاوا اور سدّا آئے جنہوں نے رسالت مآبؐ کے امتیوں کی زندگیاں عذاب بنائی ہوئی ہیں۔ لال مسجد اور مدرسہ حفصہ میں قرآن پڑھتی بچیوں کو زندہ بھوننے والا جنرل پرویز مشرف ایک نہیں کئی عمرے کر چکا ہے اور وہ روضہ رسولؐ پر حاضری بھی دیتا رہا ہے، کیا (نعوذ باللہ) اسے حضورؐ کا بلاوا آتا تھا۔ آٹا، چینی، چاول اور دیگر اشیاء کی مصنوعی قلت پیدا کر کے کروڑوں اربوں کمانے والے (نعوذ باللہ) حضورؐ کے بلاوے پر عمرے اور حج کے لئے جاتے ہیں، مدینہ منورہ اور مکہ معظّمہ میں مجرموں کے کئی گینگ پہنچے ہوتے ہیں جو حج اور عمرے کے دوران سنگین وارداتیں کرتے ہیں، انہیں وہاں کون بلاتا ہے، لاہور تھیٹر کے ان ڈراموں کے بیشتر پروڈیوسر ’’حاجی‘‘ ہیں۔ جن میں غلیظ گانوں، گندے مکالموں اور فحش حرکات کی بھرمار ہوتی ہے۔ ایک اداکارہ جس پر فحاشی کے کئی مقدمات عدالتوں میں زیر سماعت ہیں، چار حج کر چکی ہے بلکہ اسے ’’حج اکبر‘‘ کی سعادت بھی حاصل ہے، کیا ان سب کو ’’بلاوا‘‘ آیا تھا؟ اس کے برعکس بہت سے ایسے لوگ بھی میری نظروں میں ہیں جو حلال کی روزی پر تکیہ کرتے ہیں۔ مگر فی الحال محدود ذرائع آمدنی کی وجہ سے وہ اپنی زندگی کی یہ سب سے بڑی خواہش پوری نہیں کر سکے۔ مگر مجھے یقین ہے کہ انہیں دربار رسالتؐ سے بلاوا ضرور آئے گا۔ اس کے لئے وقت کا تعین اس ذات نے کرنا ہے جو ہمارے حق میں بہتر فیصلہ کرنے والا ہے...... یادرکھیں سچے عاشقان رسولؐ کو جب روضہ رسولؐ پر حاضری کی سعادت نصیب ہوتی ہے۔ اسے ہم ان کے جذبہ صادق کے پس منظر میں بلاوا قرار دے سکتے ہیں لیکن جو لوگ دشمن انسانیت ہیں، اپنے عمل سے دشمن اسلام ہیں اور حضورؐ کے امتیوں کی زندگیوں میں زہر گھولے ہوئے ہیں، انہیں حضورؐ کی طرف سے ’’بلاوا‘‘ نہیں آتا بلکہ یہ دربار رسالتؐ میں ان کی ’’پیشی‘‘ ہوتی ہے۔ سو ہمیں بلاوے اور پیشی کے فرق کو ملحوظ رکھنا چاہئے تاکہ یہ لوگ دس کروڑ کے مال حرام میں سے دو لاکھ روپے حج یا عمرے پر خرچ کر کے خود کو حضورؐ کا مہمان خاص ثابت کرنے کی گستاخانہ جسارت نہ کریں ...... یہ انسانیت کے قاتل ہیں، مسلمانوں کے قاتل ہیں، پاکستانیوں کے قاتل ہیں، اللہ تعالیٰ اگر چاہے تو حقوق اللہ میں کوتاہی معاف کرسکتا ہے لیکن وہ حقوق العباد کی پامالی کبھی برداشت نہیں کرتا۔ اس کی معافی کا اختیار اللہ تعالیٰ نے صرف انہی لوگوں کو دیا ہے جن کے حقوق پامال کئے گئے ہوں ......آپ چاہیں تو اس کی تصدیق کسی بھی ملک کے عالم دین سے کرسکتے ہیں۔

(روزنامہ جنگ 31 اگست 2010ء)

مکرم رانا عبدالرزاق خاں صاحب

محترمہ بی بی نور جان صاحبہ آف کاٹھ گڑھ کا ذکر خیر

مکرم رانا مبارک احمد خاں صاحب ابن مکرم رانا بشیر احمد خاں صاحب کاٹھ گڑھی حال کوبلنز جرمنی میرے ہم زلف بتاتے ہیں کہ میری دادی جان محترمہ بی بی نور جان صاحبہ 1906ء میں کاٹھ گڑھ میں پیدا ہوئیں۔ ان کے والد کا نام حضرت رانا احمد حسن خاں صاحب تھا۔ جن کی بیعت 1903ء کی ہے۔ آپ چار بہنیں اور تین بھائی تھے۔ ان کی شادی تایازاد مکرم رانا عبدالرحیم خاں صاحب سے 1926ء میں ہوئی۔ مگر جلد ہی آپ کے خاوند نے جماعت چھوڑ دی کیونکہ ان کی والدہ غیر احمدی تھی۔ پھر آپ کو بھی جماعت چھوڑنے پر مجبور کرنے لگے۔ جبکہ آپ کے ہاں ایک بیٹا بھی پیدا ہو چکا تھا اور بیٹے کی تربیت بھی اپنے رنگ میں کرنے لگے۔ گاؤں میں جب کوئی بھی اجلاس مکرم حضرت مولوی عبدالسلام خاں صاحب کاٹھ گڑھی کے گھر یا بیت الذکر میں ہوتا تو بی بی نور جان صاحبہ کے خاوند اور ساس ان کو جانے سے منع کرتے تھے۔ اگر کبھی رات کو دیر ہو جاتی تو دروازہ نہ کھولتے تھے۔ اسی طرح ایک بار سزا کے طور پر ساری رات (سردیوں میں) باہر رکھا۔ بی بی نور جان صاحبہ کے بیٹے بشیر احمد کو دودھ سے محروم رکھتے اور اسے کہتے کہ اگر تو کہے گا کہ میں احمدی نہیں ہوں تو دودھ ملے گا۔ ورنہ نہیں۔ اور طرح طرح کی سختیوں کا سلسلہ روز بروز بڑھتا گیا۔ بی بی جان صاحبہ عرصہ دس سال تک اپنے خاوند اور ساس کے مخالف رویے کو برداشت کرتی رہیں اور ساتھ ہی مرکز میں مکرم حضرت مولوی عبدالسلام خاں صاحب کاٹھ گڑھی کے توسط سے سارے حالات حضرت مصلح موعود کی خدمت میں عرض کرتی رہیں جب حالات زیادہ ہی خراب ہونے لگے اور نوبت مارکٹائی تک آ پہنچی تو آخر کار حضرت مصلح موعود نے آپ کو قادیان آنے کا مشورہ دیا۔

آپ 1938ء میں اپنے بیٹے مکرم بشیر احمد خاں صاحب کو ساتھ لے کر کاٹھ گڑھ سے قادیان آ گئیں۔ بچے کو سکول میں داخل کروا دیا۔ آپ خود بی بی بو زینب صاحبہ زوجہ حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب کے ہاں بطور ملازمہ ملازم ہو گئیں۔ اپنی رہائش محلّہ دارالفضل میں رکھ لی۔ آپ کے بیٹے مکرم بشیر احمد خاں صاحب نے 1934ء میں تعلیم الاسلام ہائی سکول قادیان سے میٹرک کیا۔ آپ کے اصل کفیل تو حضرت صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب ہی تھے۔ اس کے بعد آپ میاں صاحب کی فیکٹری میں ملازم ہو گئے۔

بڑے میاں صاحب کی طرح صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب نے بھی ان سب کا ہمیشہ بہت خیال رکھا۔ تقسیم ملک کے موقع پر بی بی نور جان صاحبہ کے اکلوتے بیٹے کو قافلوں کے ساتھ ڈیوٹی دینے کا موقع بھی ملا۔ افتتاح ربوہ کے موقع پر موجودگی میں بھی آپ کا نام تاریخ میں آتا ہے۔ پھر رانا بشیر احمد خاں صاحب کاٹھ گڑھی کو صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب نے احمد ٹرانسپورٹ کا مینیجر بنادیا۔ جس میں آپ کافی کامیاب رہے۔ ایک کمپنی پرنس ٹرانسپورٹ کے نام سے بھی آپ نے چلائی تھی۔ جو سرگودھا سے فیصل آباد چلا کرتی تھی۔ آپ نے اپنا مکان 1955ء میں سب سے پہلے دارالیمن شرقی میں بنوایا جبکہ اس وقت یہاں کوئی آبادی نہ تھی۔ آپ کے پانچ بیٹے اور دو بیٹیاں ہیں۔ مکرم مبشر احمد صاحب کارکن دفتر خزانہ صدر انجمن احمدیہ ربوہ، مکرم مبارک احمد صاحب کوبلنز جرمنی، مکرم ناصر احمد صاحب ربوہ، مکرم مدثر احمد صاحب ربوہ، مکرم نصیر احمد صاحب سپین۔ پھر آپ کافی عرصہ بیمار رہے اور نومبر 1979ء میں فوت ہوئے۔ موصی تھے ان کی تدفین بہشتی مقبرہ میں ہوئی۔

میری دادی بی بی نور جان صاحبہ تقسیم ملک کے بعد کچھ سال شورکوٹ جھنگ میں اپنے بھائیوں کے پاس بھی رہائش پذیر رہیں۔ بی بی نور جان صاحبہ نے اپنی ساری زندگی جماعت کے نام کردی۔ عین جوانی کے وقت اپنے خاوند سے ایمان کی خاطر علیحدگی اختیار کر لی اور اپنی عمر کا ایک حصہ خاندان حضرت مسیح موعود کی خدمت میں گزار دیا۔ اپنے بیٹے کی اعلیٰ تربیت کی۔ اور ہماری تربیت میں بھی ان کا بڑا دخل تھا۔ ہم سب پوتے پوتیوں کو دیکھ کر وہ بہت ہی اللہ تعالیٰ کے انعامات کا ذکر و شکر کیا کرتی تھیں اور بڑی عزت کے ساتھ غیور زندگی گزاری۔ آپ سلسلہ کے لئے بہت غیرت رکھتی تھیں۔ نہایت متقی، پابند نماز و روزہ، معقول اور سمجھدار خاتون اور موصیہ تھیں۔ 1987ء میں وفات پائی اور بہشتی مقبرہ ربوہ میں مدفون ہوئیں۔ ہم آج اپنی دادی کی قربانی پر غور کرتے ہیں تو احساس ہوتا ہے کہ جماعت جیسی انمول دولت سے ان کی قربانی نے ہمیں ہمکنار کیا ہے ورنہ نہ جانے ہم کن تاریکیوں میں بھٹک رہے ہوتے۔ خدا تعالیٰ ان کے درجات بلند کرے اور ہمیں محض اپنے فضل سے خلافت سے وابستہ رکھے۔ آمین

مکرم نذیر احمد سانول صاحب

وقف جدید باب رحمت ہے

قدرت ثانیہ کے تیسرے مظہر حضرت حافظ مرزا ناصر احمد صاحب اپنے خطبہ جمعۃ المبارک میں ارشاد فرماتے ہیں۔

’’خدا تعالیٰ کی رحمت کے بہت سے دروازوں میں سے رحمت کا ایک دروازہ جو ہم پر کھولا گیا ہے وہ وقف جدید کا دروازہ ہے اس نظام کے ذریعہ حضرت مصلح موعود نے ہمارے لئے نیکیاں کرنے اور رحمتیں کمانے کا سامان پیدا کر دیا ہے۔

وقف جدید کا سال یکم جنوری سے شروع ہوتا ہے آج 30 دسمبر ہے کل کا ایک دن بیچ میں رہ گیا ہے اس طرح نیا سال پرسوں شروع ہوگا ہر نیا سال جو چڑھتا ہے وہ کچھ نئی ذمہ داریاں لے کر آتا ہے اور کچھ نئی قربانیوں کا مطالبہ کرتا ہے یا قربانیوں میں کچھ زیادتی کا مطالبہ کرتا ہے اور اس کے مقابلہ میں خدا کی نئی رحمتوں کے دروازے بھی وہ کھولتا ہے۔‘‘

(خطبات وقف جدید صفحہ 139)

خدا تعالیٰ سے سودا کرلیں

حضرت مرزا طاہر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الرابع کے بابرکت دور کی بات ہے ایک احمدی دوست ساکن چک نمبر 168 مراد بہاولنگر نے ایک مکان تعمیر کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ کافی عرصہ سے اس کے بارہ میں منصوبہ بندی کر رہے تھے۔ کئی نقشہ جات ذہن میں بناتے رہتے تھے۔ لوگوں سے مشورہ کر کے رقم کا اندازہ لگایا کرتے تھے اور تخمینہ پر آ کر دل چھوڑ دیتے۔ تخمینہ کی رقم پچاس لاکھ روپے کے لگ بھگ بنایا کرتے اسی سوچ و بچار میں ایک دن بیت الذکر میں تشریف لائے۔ کہنے لگے معلم صاحب مکان بنانا ہے پاس اتنی رقم بھی نہیں اور ہمت بھی نہیں پڑ رہی کافی پریشانی ہے کوئی حل بتائیں؟

خاکسار نے کہا آپ کو ایک نیک مشورہ پیش کرتا ہوں اس پر عمل ہو جائے تو تمام مشکلات کافور ہو جائیں گی اور سارے کام آسان ہو جائیں گے۔ کہنے لگے بتائیں؟ عرض کیا خدا تعالیٰ سے سودا کر لیں۔ آپ کا وقف جدید میں پچاس ہزار روپے کا امداد مراکز کی مد میں وعدہ ہے گو سال ختم ہونے میں کافی وقت رہتا ہے مگر آپ اسے ادا کر دیں حضور انور کی خدمت اقدس میں دعا کا خط لکھ دیں اور مکان کا کام شروع کرا دیں، رحمت خداوندی سے مکان کی تکمیل ہو جائے گی موصوف نے حضور پرنور کی خدمت میں دعا کا خط لکھ دیا۔ ساتھ سیکرٹری صاحب مال کو پچاس ہزار کی رقم ادا کر دی اور اگلے جمعہ کو سنگ بنیاد رکھ دیا۔

وہ صاحب اس بات کے زندہ گواہ ہیں کہ چند لاکھ جیب میں تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ایسی برکت ڈالی ایسی برکت ڈالی کہ اس بات کا علم بھی نہ ہو سکا اور دیکھتے ہی دیکھتے عالی شان کوٹھی تعمیر ہوگئی اس کی تعمیر پر اندازاً 80 لاکھ روپیہ خرچ آیا۔ اللہ تعالیٰ اپنی راہ میں خرچ کرنے والوں کو نقد انعام عطا فرمایا کرتا ہے۔ آج اس کوٹھی میں ان کے بچوں کے علاوہ حضرت مسیح موعود کے مہمانان گرامی بھی بسیرا کرتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود اپنے پاکیزہ منظوم کلام میں فرماتے ہیں۔

خدا سے وہی لوگ کرتے ہیں پیار
جو سب کچھ ہی کرتے ہیں اس پر نثار
اسی فکر میں رہتے ہیں روز و شب
کہ راضی وہ دلدار ہوتا ہے کب؟
اسے دے چکے مال وجان بار بار
ابھی خوف دل میں کہ ہیں نابکار
لگاتے ہیں دل اپنا اس پاک سے
وہی پاک جاتے ہیں اس خاک سے

(درثمین)

ثواب حاصل کرنے کا دروازہ

سیدنا حضرت حافظ مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالث جماعت احمدیہ کی ننھی منی فوج کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔

پس اے احمدیت کے عزیز بچو! اٹھو اور اپنے ماں باپ کے پیچھے پڑ جاؤ اور ان سے کہو کہ ہمیں مفت میں ثواب مل رہا ہے آپ ہمیں اس سے کیوں محروم کر رہے ہیں۔ آپ ایک اٹھنی ماہوار ہمیں دیں کہ ہم اس فوج میں شامل ہو جائیں جس کے متعلق اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ دلائل و براہین اور قربانی اور ایثار اور فدائیت اور صدق وصفا کے ذریعہ (۔) کو باقی تمام ادیان پر غالب کرے گی۔ تم اپنی زندگی میں ثواب لوٹتے رہے ہو اور ہم بچے اس سے محروم رہے ہیں۔ آج ثواب حاصل کرنے کا ایک دروازہ ہمارے لئے کھولا گیا ہے ہمیں چند پیسے دو کہ ہم اس دروازہ میں سے داخل ہو کر ثواب کو حاصل کریں اور خدا تعالیٰ کی فوج کے ننھے منے سپاہی بن جائیں اللہ تعالیٰ آپ سب کو اس کی توفیق عطا کرے۔ آمین

(روزنامہ الفضل 12 / اکتوبر 1966ء)

اللہ تعالیٰ اور دے دے گا

سیدنا وامامنا حضرت مرزا مسرور احمد صاحب خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے مبارک دور خلافت میں نہ صرف جماعت کے بالغ افراد روحانی جسمانی، ایمانی، علمی اور عملی دنیا میں ترقی کی منازل طے کرتے چلے جا رہے ہیں بلکہ جماعت کے معصوم نونہال بھی قربانی کی روح لئے اطاعت کا علم اٹھائے ہر میدان میں **سمعنا و اطعنا** کا بول بالا کرتے جا رہے ہیں۔

ایک مرتبہ وقف جدید کا مالی سال اختتام پذیر تھا چندہ جات کی وصولی کیلئے نظامت مال کے نمائندہ تشریف لائے ہوئے تھے۔ وفد کی شکل میں وصولی کیلئے احباب سے رابطہ کر رہے تھے۔ خاکسار بھی اس وفد میں شامل تھا ایک خانہ میں جب حاضر ہوئے تو صاحب گھرانہ نے وعدہ جات کی تکمیل کیلئے مجبوری پیش کر کے چند دن تاخیر پر اصرار کیا۔ وفد کے ساتھ یہی باتیں ہو رہی تھیں کہ اسی اثناء میں ان کے چھوٹے بچگان عزیزہ عطیۃ الکریم صاحبہ اور عطاء الواسع صاحب اپنی گولک لے کر آ گئے اور کہا ہمارا وقف جدید کا چندہ آج اور ابھی جائے گا۔ ابھی رسیدیں جاری نہیں ہوئی تھیں کہ چار سالہ ننھی منی مجاہدہ بھی اپنا گولک لے کر دوڑی دوڑی آ گئی اور اپنا چندہ ادا کرنے کے لئے مصر ہوئی۔ وفد نے ننھی مجاہدہ کو کہا کہ یوں تو آپ کا گولک خالی ہو جائے گا؟ آپ کی عیدی والی رقم ختم ہو جائے گی پھر کیا ہوگا؟ کہنے لگی ’’اللہ تعالیٰ اور دے دے گا‘‘ میرا چندہ وقف جدید پیارے آقا کے پاس بھیج دیں اس نیک نمونہ کا اثر اتنا ہوا کہ گھرانہ مالی قربانی میں سرخرو ہو گیا اور مکمل ادائیگی ہوگئی۔

ہر کام آسان ہوگیا

ایک جماعت کے سابق سیکرٹری وقف جدید 5۔ ایکڑ رقبہ پر گزارہ کرتے ہیں اپنے دو بیٹوں کی شادی اور ساتھ جدید مکان کی تعمیر کی فکر میں تھے مالی مشکلات کا سامنا تھا اس سوچ و بچار میں پریشان تھے اس بات کا کئی بزرگوں سے اظہار کر چکے تھے۔ بندہ ناچیز کو اپنی مشکل کے بارے میں کہنے لگے۔ خاکسار نے مشورہ دیا کہ ایک ترکیب ذہن میں آئی ہے اس پر غور و فکر کر دیکھیں مجھے یقین ہے جملہ کام آسان ہو جائیں گے۔ وہ یہ کہ اس زمانہ میں ساری برکات خلافت سے وابستہ ہیں ایک تو دعا کیلئے حضور پرنور امام عالی مقام ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت اقدس میں خط لکھ دیں۔ دوسرا یہ کہ وقف جدید خدا تعالیٰ کی رحمتوں کے دروازوں سے ایک دروازہ ہے اس سے رحمت خداوندی کے حصول کی دوڑ میں شامل ہو جائیں۔ اپنا وعدہ وقف جدید سمیت سب چندہ جات ادا کر دیں۔

کہنے لگے حضور انور کی خدمت عالی میں ابھی خط لکھ دیں اور چندہ جات کی ادائیگی کیلئے دعا کی درخواست کریں۔ چنانچہ مکان تعمیر کرنے اور بچوں کی شادیاں کرنے سے قبل چندہ جات سو فیصد ادا کر دیئے اللہ تعالیٰ کی رحمت جوش میں آئی۔ غیبی خزانوں کے منہ کھل گئے، عالی شان خوبصورت مکان بھی تعمیر ہو گیا دو بچوں کی شادیاں بھی ہوگئیں اور دو بچوں کے ملک سے باہر جانے کے سامان بھی ہو گئے۔

موصوف اللہ تعالیٰ کا شکر بھی ادا کرتے رہتے ہیں اور اپنے مکان کی تعمیر و بچگان کی شادیاں اور ملک سے باہر روزگار ملنے کو چندہ جات کی ادائیگی کی برکت اور خلافت کی توجہ دعاؤں کا ثمرہ بیان کرتے ہیں۔

یہ اس کا فضل ہے کہ تم کو خدمت کا موقع دیتا ہے

حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں۔

’’اگر کوئی تم میں سے خدا سے محبت کر کے اس کی راہ میں مال خرچ کرے گا تو میں یقین رکھتا ہوں کہ اس کے مال میں بھی دوسروں کی نسبت زیادہ برکت دی جائے گی کیونکہ مال خود بخود نہیں آتا بلکہ خدا کے ارادہ سے آتا ہے۔ پس جو شخص خدا کیلئے بعض حصہ مال کا چھوڑتا ہے وہ ضرور اسے پائے گا۔ لیکن جو شخص مال سے محبت کر کے خدا کی راہ میں وہ خدمت بجا نہیں لاتا جو بجالانی چاہئے تو وہ ضرور اس مال کو کھوئے گا۔ یہ مت خیال کرو کہ مال تمہاری کوشش سے آتا ہے بلکہ خدا تعالیٰ کی طرف سے آتا ہے اور یہ مت خیال کرو کہ تم کوئی حصہ مال کا دے کر یا کسی اور رنگ سے کوئی خدمت بجا لا کر خدا تعالیٰ اور اس کے فرستادہ پر کچھ احسان کرتے ہو، بلکہ یہ اس کا احسان ہے کہ تمہیں اس خدمت کیلئے بلاتا ہے اور میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اگر تم سب کے سب مجھے چھوڑ دو اور خدمت امداد سے پہلوتہی کرو تو وہ ایک قوم پیدا کر دے گا کہ اس کی خدمت بجالائے گی۔ تم یقیناً سمجھو کہ یہ کام آسمان سے ہے اور تمہاری خدمت صرف تمہاری بھلائی کیلئے ہے۔ پس ایسا نہ ہو کہ تم دل میں تکبر کرو اور یا یہ خیال کرو کہ ہم خدمت مالی یا کسی قسم کی خدمت کرتے ہیں۔ میں بار بار تمہیں کہتا ہوں کہ خدا تمہاری خدمتوں کا ذرہ محتاج نہیں۔ ہاں تم پر یہ اس کا فضل ہے کہ تم کو خدمت کا موقع دیتا ہے۔‘‘

(مجموعہ اشتہارات جلد 2 صفحہ 613 اشتہار ستمبر 1903ء)

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس نسخہ کیمیاء پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

مکرم انوار الحق صاحب

جماعت احمدیہ ساؤتومے کا تیسرا جلسہ سالانہ

ساؤتومے دو جزیروں پر مشتمل مغربی افریقہ کا ایک ملک ہے۔ گلف آف گنی میں ''گابون'' اور نائیجیریا سے 1400 کلومیٹر دور سمندر میں خط استواء پر واقع ہے۔ 1975ء میں ساؤتومے نے پرتگیزی تسلط سے آزادی حاصل کی۔ اس ملک کی کل آبادی ڈیڑھ لاکھ نفوس پر مشتمل ہے۔

2001ء میں یہاں جماعت کی رجسٹریشن عمل میں آئی۔ اس کے بعد آہستہ آہستہ جماعت کا نفوذ ہوا۔ مکرم عمور جلیلو کاروالہو مرحوم جماعت کے پہلے نیشنل پریذیڈنٹ بنے اور مکرم رشید احمد طیب صاحب پہلے سنٹرل مشنری کے طور پر یہاں آئے۔

امسال جلسہ سالانہ ساؤتومے کے کیپیٹل ساؤتومے سٹی (Sao Tome City) میں 12 جون 2010ء کو ملٹری آفیسرز ایریا میں ایک سرکاری ہال کرایہ پر لے کر منعقد کیا گیا۔ تمام شاملین کو اور اتھارٹیز کو تین ہفتے قبل دعوتی خطوط ارسال کر دیئے گئے ساتھ ساتھ لنگرخانہ، بینرز، تقاریر اور ٹرانسپورٹ وغیرہ کے انتظامات بھی شروع کر دیئے گئے۔

امسال جلسہ سالانہ چونکہ پہلی مرتبہ کیپیٹل میں منعقد کیا گیا لہٰذا انتظامات میں کافی تگ و دو کی گئی لیکن الحمدللہ تمام انتظامات بخوبی طے پا گئے۔ نیشنل ریڈیو پر تین دن پہلے سے ہی ہمارے جلسہ سالانہ کی خبر روزانہ متعدد بار نشر کی جاتی رہی۔

12 جون 2010ء کو جلسے کے دن کا آغاز نماز تہجد، فجر اور درس سے کیا گیا نیز جلسے کی کامیابی کے لئے خصوصی دعا بھی کروائی گئی۔ ہال کو جماعتی بینرز اور مختلف سٹالز سے سجایا گیا۔ عورتوں، بچوں اور مردوں کے بیٹھنے کا علیحدہ علیحدہ انتظام کیا گیا۔ اسی طرح رجسٹریشن اور سیکیورٹی کا بھی خصوصی انتظام کیا گیا۔ صبح نو بجے خاکسار نے لوائے احمدیت لہرایا اور تمام شاملین کے ساتھ دعا کی اور پروگرام کا آغاز کیا گیا۔ مکرم عبدالقادر صاحب افسر جلسہ سالانہ نے تلاوت کی اور پروگرام کا اعلان کیا۔ اس کے بعد ایک نومبائع خادم نے عربی قصیدہ خوش الحانی سے پڑھا اور اس کا پرتگیزی ترجمہ پیش کیا۔ اس کے بعد مختلف موضوعات پر تین تقاریر درج ذیل عنوانات پر کی گئیں دینی معاشرے کی خصوصیات، عبادت الٰہی کی اہمیت و برکات، مالی قربانی کی اہمیت و برکات۔

ہر تقریر کے بعد بچوں اور بچیوں کے مختلف گروپس نے پروگرام پیش کئے جن میں وضو کا طریقہ، نداء نماز پڑھنے کا مکمل طریق، دینی معلومات اور عربی گفتگو شامل تھی۔ ہر پروگرام کے بعد نعرہ ہائے تکبیر بھی بلند ہوتے رہے۔ ایک طفل کامران احمد نے عربی قصیدے کے چند اشعار خوش الحانی سے پیش کئے۔ پروگرام کے دوران ایک عیسائی نوجوان نے احمدیت قبول کی۔

اس کے بعد خاکسار نے اپنی تقریر میں جماعت احمدیہ کے وجود کا مقصد۔ انبیاء کی اہمیت اور شریعت پر عمل کی اہمیت پر روشنی ڈالی۔ آخر میں سوال و جواب کا سیشن شروع ہوا اور شاملین نے بہت سے سوالات کئے جن کا انہیں تسلی بخش جواب دیا گیا۔ تمام حاضرین نے سب پروگرامز میں بہت دلچسپی کا اظہار کیا۔ سب سے آخر پر خاکسار نے تمام شاملین جلسہ کا شکریہ ادا کیا اور دعا کے ساتھ اس بابرکت جلسے کا اختتام کیا گیا۔

نماز ظہر و عصر کی ادائیگی کے بعد تمام حاضرین میں کھانا پیش کیا گیا جو کہ لجنہ کی ایک ٹیم نے تیار کیا تھا۔ اس موقع پر ایک دلچسپ نمائش کا بھی اہتمام کیا گیا تھا جس میں جماعت احمدیہ عالمگیر اور جماعت احمدیہ ساؤتومے کی سرگرمیوں کی بہت سی تصاویر آویزاں کی گئی تھیں۔ اسی طرح بہت سی جماعتی کتب اور قرآن کریم کے مختلف زبانوں میں تراجم کے نسخے بھی رکھے گئے تھے۔ اس کے علاوہ مختلف ممالک میں شائع ہونے والے جماعتی رسائل اخبارات اور ساؤتومے میں جماعت کے بارے میں چھپنے والے اخبارات بھی رکھے گئے۔ M.T.A ہومیوپیتھی ادویات اور ہومینیٹی فرسٹ کا سٹال بھی خصوصیت سے لگایا گیا۔ اس نمائش میں تمام شاملین نے ازحد دلچسپی لی۔

تمام شاملین میں جماعتی تعارفی لٹریچر اور پمفلٹس تقسیم کئے گئے۔ اسی طرح سب احباب کو ایک یادگاری جماعتی تعارفی کی رنگ (Key Ring) بھی دیا گیا۔ امسال 8 علاقوں سے کل 96 افراد نے جلسہ میں شرکت کی، 3 مذاہب کی نمائندگی ہوئی۔

سرکردہ افراد میں ڈائریکٹر آف نیول سیکیورٹی، ڈائریکٹر آف ایمیگریشن، ڈائریکٹر آف کاریٹاش، ڈائریکٹر نیشنل اولڈ ہاؤس، گابون ایمبیسی کی سینئر سیکرٹری، ایجوکیشن، پولیس، اور ہیلتھ ڈیپارٹمنٹ کی طرف سے ان کے نمائندوں نے بطور خاص شرکت کی۔

ساؤتومے کے نیشنل ٹی وی TVS، نیشنل ریڈیو اور 2 بڑی ملکی اخبارات نے ہمارے جلسے کی کوریج کی۔ اللہ کے فضل سے یہ جلسہ بہت کامیاب رہا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہماری حقیر کوششوں میں برکت ڈالے اور اس ملک میں احمدیت کے لئے راہیں ہموار کرے۔ آمین

مکرم رانا مبارک احمد صاحب

تحریک جدید کا مطالبہ سادہ زندگی

اس مہنگائی کے دور میں اگر ہم سادہ زندگی اختیار جو کہ تحریک جدید کا ایک اہم ترین مطالبہ ہے تو کسی حد تک اپنے اخراجات پر کنٹرول کر سکتے ہیں ہر کام دعا کے ساتھ اور سوچ بچار کر کے کرنا چاہئے اور جہاں تک ہوسکے سادہ زندگی بسر کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اس سلسلہ میں سادہ زندگی بسر کرنے کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے ارشاد فرمایا ہے آپ فرماتے ہیں۔

''سادہ زندگی کی تحریک کوئی معمولی نہیں بلکہ دراصل دنیا کے آئندہ امن کی بنیاد اسی پر ہے۔''

(خطبات محمود جلد 17 ص 664)

سادہ زندگی کے بارے میں آپ مزید فرماتے ہیں۔

''اس زمانے میں مالی قربانی کی بہت ضرورت ہے اس لئے سب مرد اور خواتین اپنی زندگی کو سادہ بنائیں اور اخراجات کم کر دیں۔ تا کہ جس وقت قربانی کے لئے خداتعالیٰ کی طرف سے آواز آئے وہ تیار ہوں۔ قربانی صرف تمہاری نسبت ہی فائدہ نہیں دے سکتی جب تک تمہارے پاس سامان مہیا نہ ہوں۔ ایک نابینا جہاد کا کتنا ہی شوق کیوں نہ رکھتا ہو اس میں شامل نہیں ہوسکتا۔ ایک غریب آدمی اگر زکوٰۃ دینے کی خواہش بھی کرے تو نہیں دے سکتا۔ ایک مریض کی خواہش تو خواہ کس قدر زیادہ ہو۔ وہ روزے نہیں رکھ سکتا۔ بس اگر سامان مہیا نہ ہوں تو ہم قربانی کسی صورت میں بھی پیش نہیں کر سکتے جس کی ہمیں خواہش ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ ہم میں سے ہر ایک سادہ زندگی اختیار کرے۔ تا کہ وقت آنے پر اپنے آپ کو خداتعالیٰ کے سامنے پیش کر سکے اور اس کا موقع نہ آئے تو بھی خداتعالیٰ سے کہہ سکو کہ ہم نے جو کچھ جمع کیا تھا اگرچہ ملا ہماری اولاد کو ہی لیکن ہم نے اس دین کے واسطے قربانی کی نیت سے جمع کیا تھا۔

(الفضل 12 جون 1935ء)

ہمارے امام نے سادہ زندگی گزارنے کے لئے کس قدر زور دیا ہے اس سلسلہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے چند ایک چیزوں کے نام بھی گنوائے تھے جن پر عمل کر کے ہم سادہ زندگی بسر کر سکتے ہیں اور بچی ہوئی رقم سے مالی قربانی میں حصہ لے سکتے ہیں۔ بنی نوع انسان کی خدمت کر سکتے ہیں۔ ان کی ضروریات زندگی پوری کرنے کے لئے حصہ لے سکتے ہیں جن کی طرف حضور نے توجہ دلائی ہے۔ کھانا، لباس، زیورات، شادی بیاہ اور آرائش وزیبائش یہ وہ چیزیں ہیں جن پر ہمارے ہاں اکثر بے تحاشا اور فضول اخراجات ہوتے ہیں۔ اس لئے ہمارے امام نے سادہ زندگی پر زور دیا ہے کہ ہر کام میں سادگی کی جائے تحریک جدید کے حوالے سے اکثر کھانا، لباس، زیورات، شادی بیاہ اور آرائش و زیبائش میں سادگی اختیار کرنے کی طرف زور دیا جاتا ہے۔ لیکن گھروں میں علاج کی طرف کم ہی توجہ دی جاتی ہے۔ سادہ زندگی میں علاج کے سلسلہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے خطبہ جمعہ 22 نومبر 1934ء میں ارشاد فرمایا۔

......آمد کا چوتھائی حصہ علاج پر صرف ہو جاتا ہے۔ بعض غریب لوگوں نے مجھ سے ذکر کیا کہ ہم بیماری کی وجہ سے اتنے سو روپیہ کے مقروض ہو گئے ہیں حالانکہ دس پیسہ میں اس بیماری کا علاج ہوسکتا تھا۔ پس ڈاکٹر اس بات کا عہد کر لیں کہ وہ اپنا سارا زور لگائیں گے کہ روپوں کا کام پیسوں میں ہو اور جب تک وہ یہ نہ سمجھیں کہ بغیر قیمتی دوا کے جان کے نقصان کا احتمال ہے اس وقت تک قیمتی ادویات پر خرچ نہ کروائیں گے۔ مثلاً بعض ٹیکے ایسے ہیں جو بعض بیماریوں میں بہت مفید ہوتے ہیں اور ان کے بغیر چارہ نہیں ہوتا۔ میں ان کی ممانعت نہیں کرتا اور وہ مہنگے بھی نہیں ہوتے۔ میرا مطلب ایسی دوائیوں سے ہے جو آئے دن پیٹنٹ ہو رہی ہیں بڑی قیمتیں ان کی ہیں حالانکہ وہ چیزیں سستے داموں اپنے ہاں تیار کی جا سکتی ہیں یا پھر ان کی ضرورت ہی نہیں ہے اس طرح سے ملک کا اور ہماری جماعت کا روپیہ بے فائدہ باہر جاتا ہے اور قوم میں قربانی کی روح کم ہوتی ہے۔ یورپ میں یہ روپیہ عیاشیوں میں صرف ہوتا ہے اگر ہماری جماعت کے ڈاکٹر یہ عہد کر لیں کہ علاج میں ایسے غیر ضروری مصارف نہیں ہونے دیں گے اور جماعت کے لوگ یہ کوشش کریں کہ اپنے طبیبوں سے ہی علاج کرائیں گے تو پچاس ہزار روپیہ سالانہ کی بچت ہوسکتی ہے۔

(خطبات محمود جلد 15 ص 420)

اس کے علاوہ شادی بیاہ میں بے شمار فضول اخراجات نظر آتے ہیں۔ مثلاً منگنی، مہندی وغیرہ جن پر فضول پیسہ خرچ کیا جاتا ہے۔ اس لئے اگر سادہ طریقہ سے اپنے بچے، بچی کی شادی کر لی جائے تو کسی غریب بچی کی شادی بھی ہوسکتی ہے۔ اسی طرح بدرسوم پر بھی روپیہ خرچ کیا جاتا ہے جو بھی ایک قومی نقصان ہے پھر شادی بیاہ میں وقت کا بھی خیال نہیں کیا جاتا اور جو وقت دیا جاتا ہے اس کی پابندی نہیں کی جاتی اور کئی کئی گھنٹے ضائع ہو جاتے ہیں۔ جس سے نہ صرف صحت پر برا اثر پڑتا ہے بلکہ وقت کا بھی ضیاع ہوتا ہے۔

ہمارے موجودہ امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے توجہ دلاتے ہوئے فرمایا۔

''پہلا مطالبہ سادہ زندگی کا ہے آج جب مادیت کی دوڑ پہلے سے بہت زیادہ ہے اس طرف احمدیوں کو بہت توجہ دینے کی ضرورت ہے کیونکہ سادگی اختیار کر کے ہی دین کی طرف ضروریات کی خاطر قربانی دی جا سکتی ہے..........شادی بیاہوں پر فضول خرچیاں ہوتی ہیں۔ اگر یہی رقم بچائی جائے تو بعض غریبوں کی شادیاں ہوسکتی ہیں (بیوت الذکر) کی تعمیر میں دیا جاسکتا ہے اور کاموں میں دیا جا سکتا ہے مختلف تحریکات میں دیا جا سکتا ہے۔

(خطبات مسرور جلد 4 ص 553)

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ قادر مطلق خدا ہمیں سادہ زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

اطلاعات واعلانات

نوٹ: اعلانات صدر/امیر صاحب حلقہ کی تصدیق کے ساتھ آنا ضروری ہیں۔

تقریب آمین

❁ مکرم عمران محمود صاحب مربی سلسلہ 6/11-L ضلع ساہیوال تحریر کرتے ہیں۔

خاکسار کے واقف نو بیٹے نعمان محمود نے پانچ سال 9 ماہ کی عمر میں قرآن کریم ناظرہ کا پہلا دور مکمل کر لیا ہے قرآن کریم پڑھانے کی سعادت بچے کی والدہ کو نصیب ہوئی۔ مورخہ 19 ستمبر 2010ء کو بعد از نماز ظہر آمین کی تقریب 6/11-L ضلع ساہیوال میں منعقد ہوئی۔ مکرم مظفر احمد باجوہ صاحب مربی ضلع ساہیوال نے بچے سے قرآن کریم سنا اور دعا کروائی۔ موصوف مکرم عبدالحمید صاحب ربوہ کا پوتا اور مکرم محمد اکرام اللہ جاوید صاحب ربوہ کا نواسہ ہے احباب جماعت سے درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ عزیزم کو نیک، صالح اور خادم دین بنائے نیز قرآن کریم کو صحیح معنوں میں پڑھنے اور عمل کرنے کی توفیق دے۔ آمین

تقریب آمین

❁ مکرم رفیع احمد رند صاحب معلم سلسلہ 93/6-R ضلع بہاولنگر تحریر کرتے ہیں۔

جماعت احمدیہ چک نمبر 93/6-R ضلع بہاولنگر میں خاکسار نے ماہ رمضان میں ترتیل القرآن کلاس کا اہتمام کروایا جس میں 35 بچے اور بچیاں شامل ہوتے رہے۔ خدا تعالیٰ کے محض فضل سے اس دوران 6 بچیوں مہرین ارشاد بنت مکرم ارشاد احمد صاحب، فائزہ اشفاق بنت مکرم اشفاق احمد صاحب، لائبہ بشریٰ بنت مکرم نیاز احمد بزرگ صاحب، لائبہ امین بنت مکرم محمد امین صاحب، آمنہ ارشد بنت مکرم ارشد علی صاحب اور آمنہ منظور بنت مکرم منظور احمد صاحب نے قرآن مجید کا پہلا دور مکمل کیا اور تقریب آمین ہوئی۔ خاکسار نے ان بچیوں سے قرآن مجید سنا اور دعا کروائی۔ احباب جماعت سے درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ اعزاز ان تمام بچیوں کیلئے ہر لحاظ سے بابرکت کرے اور اسی طرح قرآن مجید ترجمہ مکمل کرنے کی بھی ان کو توفیق عطا فرمائے۔ آمین

تقریب آمین

❁ مکرم غلام مصطفیٰ صاحب انسپکٹر تربیت وقف جدید ارشاد ربوہ تحریر کرتے ہیں۔

خاکسار کے بھتیجے بجیل احمد واقف نو ولد مکرم جمیل احمد صاحب ربوہ نے آٹھ سال کی عمر میں قرآن کریم کا پہلا دور خدا کے فضل سے مکمل کیا ہے مورخہ 8 ستمبر 2010ء کو نصیر آباد غالب ربوہ میں تقریب آمین منعقد ہوئی۔ مکرم صاحبزادہ سید قمر سلیمان احمد صاحب وکیل وقف نو نے بچے سے قرآن کریم سنا اور دعا کروائی۔ بچہ مکرم چوہدری غلام قادر صاحب طاہر آباد غربی ربوہ کا پوتا اور مکرم چوہدری بشارت الرحمٰن صاحب 96 گ۔ب صریح ضلع فیصل آباد کا نواسہ ہے۔ بچے کو قرآن پڑھانے میں اس کی تائی محترمہ شاہدہ پروین صاحبہ نے نمایاں کردار ادا کیا ہے۔ احباب سے درخواست دعا ہے کہ خدا تعالیٰ بچے کو قرآن کریم کے تمام فیوض وبرکات سے مالا مال کرے اور اس کے تمام احکامات پر عمل کرنے کی بہترین توفیق عطا فرمائے۔ آمین

ولادت

❁ مکرم صوبیدار محمد اقبال صاحب آف ٹوپی حال دارالصدر غربی لطیف ربوہ تحریر کرتے ہیں۔

میرے بیٹے مکرم محمود احمد صاحب کو اللہ تعالیٰ نے 24 ستمبر 2010ء کو پہلے بیٹے سے نوازا ہے نومولود وقف نو کی بابرکت تحریک میں شامل ہے حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ازراہ شفقت بچے کا نام مودود احمد عطا فرمایا ہے۔ نومولود مکرم مبشر احمد چوہان صاحب بوائلر انجینئر طاہر ہارٹ انسٹیٹیوٹ ربوہ کا نواسہ ہے احباب سے درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ بچے کو لمبی عمر دے دین کا خادم اور ماں باپ کی آنکھوں کی ٹھنڈک بنائے۔ آمین

درخواست دعا

❁ مکرم محمد انوار الحق صاحب کلرک شعبہ مال دفتر دارالذکر لاہور تحریر کرتے ہیں۔

خاکسار کی عزیزہ محترمہ کوثر طاہر صاحبہ زوجہ مکرم قاضی طاہر احمد صاحب آف غازی آباد مغلپورہ لاہور ہڈیوں کے کینسر کی وجہ سے بیمار ہیں۔ ریڑھ کی ہڈی متاثر ہوئی ہے اُٹھ بیٹھ نہیں سکتیں۔ احباب سے درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ شافی مطلق محض اپنے خاص فضل سے صحت کاملہ وعاجلہ عطا فرمائے اور ہر پیچیدگی اور پریشانی سے محفوظ رکھے۔ آمین

❁ مکرم ناصر احمد صاحب دارالعلوم شرقی نور ربوہ تحریر کرتے ہیں۔

خاکسار کی بھاوجہ مکرمہ بشریٰ بیگم صاحبہ زوجہ مکرم منور احمد قمر صاحب اعصاب میں کمزوری کی وجہ سے علیل ہیں۔ احباب سے شفاء کاملہ وعاجلہ کیلئے درخواست دعا ہے۔

مشہور ادیب
پطرس بخاری

پطرس بخاری یکم اکتوبر 1898ء کو پشاور میں پیدا ہوئے۔ اصل نام پیر سید احمد شاہ بخاری تھا لیکن قلمی نام پطرس بخاری استعمال کرتے تھے۔ ابتدائی تعلیم گھر پر مکمل کی۔ شعری ذوق والد سے ورثے میں ملا۔ دینی تعلیم کے ساتھ فارسی قواعد وادب کی بنیادی کتب کا مطالعہ بھی گھر پر ہی کیا۔

1912ء میں میٹرک کا امتحان اعزاز کے ساتھ پاس کیا۔ پھر ایف اے بھی اسلامیہ کالج پشاور سے اول پوزیشن میں پاس کیا۔ 1917ء میں گورنمنٹ کالج لاہور سے بی اے اور 1919ء میں ایم اے انگریزی ادب میں کامیابی حاصل کی۔ اس دوران گورنمنٹ کالج لاہور کے مجلّے ''راوی'' کے مدیر بھی رہے۔ پھر کیمبرج یونیورسٹی (انگلینڈ) سے ایم اے (انگریزی ادب) کی ڈگری لی۔

1922ء میں سنٹرل ٹریننگ کالج لاہور میں لیکچرار مامور ہوئے۔ 1928ء میں گورنمنٹ کالج لاہور میں پروفیسر اور پھر پرنسپل ہوگئے۔ 1937ء میں آل انڈیا ریڈیو سے بطور نائب کنٹرولر وابستہ ہوگئے اور 1940ء میں کنٹرولر جنرل بن گئے اور پھر تقسیم تک اسی عہدے پر فائز رہے۔ قیام پاکستان کے بعد انڈیا آفس لائبریری (لندن) کی تقسیم کے سلسلے میں پاکستان کی نمائندگی کی۔

1949ء میں اقوام متحدہ کی انسانی حقوق کی کمیٹی میں پاکستان کے نمائندے کی حیثیت سے شریک ہوئے۔ 1950ء میں اقوام متحدہ میں پاکستان کے مستقل نمائندے مقرر ہوئے اور 1954ء تک اسی عہدے پر فائز رہے۔ اس کے بعد آپ کو اقوام متحدہ کا انڈر سیکرٹری مقرر کیا گیا۔

پطرس بخاری کو شمالی افریقہ کے ملک تیونس میں ہیرو کا درجہ حاصل ہے کیونکہ انہوں نے 1954ء میں اقوام متحدہ میں پاکستان کے نمائندہ کی حیثیت سے اہل تیونس کی زبردست وکالت کی۔ جس کی بنا پر اقوام متحدہ نے تیونس کی آزادی کی قرارداد منظور کی۔ اسی بنا پر تیونس میں پطرس بخاری کی یادگار بھی قائم کی گئی۔

پطرس بخاری پہلے ایشیائی باشندے تھے جنہیں اقوام متحدہ میں شعبہ اطلاعات کے ڈپٹی سیکرٹری جنرل کا عہدہ دیا گیا۔ 1958ء میں کولمبیا یونیورسٹی کے لئے انگریزی ادبیات کے پروفیسر منتخب ہوگئے مگر اس سے پہلے کہ آپ عہدہ سنبھالتے 5 دسمبر 1958ء کو نیویارک میں انتقال کر گئے اور وہیں دفن ہوئے۔

پطرس بخاری اردو اور انگریزی کے علاوہ فارسی اور فرانسیسی زبانوں پر بھی دسترس رکھتے تھے اور پشتو اس لئے بھی جانتے تھے کہ ان کا آبائی شہر پشاور تھا۔ پطرس کا انداز تحریر بڑا دلچسپ تھا اور وہ مزاح نگاروں میں ایک خاص درجہ رکھتے تھے۔ آپ کے مزاحیہ مضامین کا واحد مجموعہ ''پطرس کے مضامین'' یادگار تصنیف ہے جس کا مرتبہ اردو ادب میں بہت بلند ہے۔

آپ نے معروف ڈرامہ نگار جارج برنارڈ شا کے ڈراموں کا اردو ترجمہ بھی کیا۔ انہوں نے خوش مزاجی سے بھرپور اور مصروف ترین زندگی گزاری۔ آپ کے چھوٹے بھائی ذوالفقار علی بخاری (زیڈ اے بخاری) ریڈیو پاکستان کے پہلے ڈائریکٹر جنرل تھے۔ دارالحکومت اسلام آباد میں ایک سڑک کو پطرس بخاری روڈ کا نام دیا گیا۔

نکاح وتقریب شادی

❁ مکرم احمد سعید اختر صاحب سیکرٹری وصایا واپڈا ٹاؤن لاہور تحریر کرتے ہیں۔

خاکسار کے چھوٹے بیٹے مکرم انجینئر محمد علی صاحب کے نکاح کا اعلان مکرمہ اسماء آصف صاحبہ دختر مکرم آصف محمود خان صاحب ویلنشیاء ٹاؤن لاہور کے ہمراہ مورخہ 9 جولائی 2010ء کو مبلغ تین لاکھ روپے حق مہر پر محترم سید حسین احمد صاحب مربی سلسلہ نے بیت النور لاہور میں کیا۔ مورخہ 10 جولائی 2010ء کو بارات واپڈا ٹاؤن لاہور سے ٹوپاز اپونٹ کمپلیکس جوہر ٹاؤن لاہور پہنچی۔ دلہن کی رخصتی بعد از دعا ہوئی۔ 11 جولائی کو اسی جگہ دعوت ولیمہ منعقد ہوئی۔ دلہا مکرم فضل الرحمٰن صاحب بسمل مرحوم سابق امیر جماعت بھیرہ کا پوتا اور مکرم ڈاکٹر محمد انور صاحب مرحوم سابق امیر جماعت جڑانوالہ کا نواسہ ہے۔ احباب جماعت سے درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس رشتہ کو ہر لحاظ سے مبارک اور بابرکت فرمائے اور دونوں کو ہمیشہ اپنے سایہ خاص میں رکھے۔ آمین

سانحہ ارتحال

❁ مکرم صدیق احمد منور صاحب مربی سلسلہ صدر محلّہ فیکٹری ایریا احمد ربوہ تحریر کرتے ہیں۔

مکرمہ شازیہ بشیر صاحبہ بنت مکرم بشیر احمد صاحب فیکٹری ایریا احمد ربوہ بقضائے الٰہی مورخہ 22 ستمبر 2010ء کو طاہر ہارٹ انسٹیٹیوٹ ربوہ میں بعمر 30 سال وفات پا گئیں۔ اسی روز بعد نماز مغرب بیت المبارک میں مکرم راجہ نصیر احمد صاحب ناظر رشتہ ناطہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔ بہشتی مقبرہ میں تدفین کے بعد مکرم چوہدری اللہ بخش صادق صاحب صدر عمومی لوکل انجمن احمدیہ ربوہ نے دعا کرائی۔ چونکہ مرحومہ نے عطیہ چشم کی وصیت کی ہوئی تھی اس لئے متعلقہ ادارہ نے بروقت ہسپتال آ کر ان کا کارنیا حاصل کر لیا۔ مرحومہ حضرت میاں مہر دین صاحب رفیق حضرت مسیح موعود کی پوتی اور خاکسار اور پروفیسر (ر) ادریس احمد صاحب نائب افسر جلسہ سالانہ کی بھتیجی تھیں۔ احباب جماعت سے درخواست دعا ہے کہ خداوند کریم مرحوم کی مغفرت فرمائے اور جنت میں بلند مقام عطا فرمائے اور لواحقین بالخصوص والدین کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ آمین

سانحہ ارتحال

مکرم مبارک احمد صاحب صدر جماعت احمدیہ چنیوٹ تحریر کرتے ہیں۔

خاکسار کی پیاری والدہ محترمہ حمیدہ بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم چوہدری سراجدین صاحب آف چنیوٹ حال سراج مارکیٹ اقصیٰ روڈ ربوہ مورخہ 25 ستمبر 2010ء کو چند روز بیمار رہنے کے بعد بعمر تقریباً 76 سال بقضائے الٰہی اللہ تعالیٰ کو پیاری ہوگئیں۔ مرحومہ خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے موصیہ تھیں ان کی نماز جنازہ مورخہ 26 ستمبر 2010ء کو بیت المبارک میں بعد نماز عصر مکرم راجہ نصیر احمد صاحب ناظر رشتہ ناطہ ربوہ نے پڑھائی۔ اور بہشتی مقبرہ میں تدفین کے بعد مکرم حافظ مظفر احمد صاحب ایڈیشنل ناظر اصلاح و ارشاد مقامی نے دعا کروائی۔

میری پیاری والدہ محترمہ انتہائی نیک پرہیزگار، صالح، نہایت درجہ ملنسار، سادہ طبیعت حلیم طبع، ہمدرد، مہمان نواز، غریب پرور اور درد دل رکھنے والی خاتون تھیں۔ ہر حال میں خدا تعالیٰ کی رضا پر راضی رہنے والی ان گنت خوبیوں کی مالکہ تھیں۔

گھر میں آنے والے ہر ایک عزیز و اقارب کو تپاک سے ملنا اور اس کی خدمت خوشدلی سے کرنا ان کا خیال رکھنا اور جاتے وقت ڈھیروں دعاؤں سے رخصت کرنا ان کی نمایاں خوبی تھی۔ چھوٹے بچوں سے خصوصی شفقت و پیار کے ساتھ ساتھ روزانہ نماز اور تلاوت قرآن کریم کے لئے بار بار توجہ دلاتی رہتی تھیں۔ بڑے بچوں کو آپس میں محبت اور پیار سے اکٹھے رہنے کی بار بار نصیحت فرمائی تھیں۔

چندہ جات و صدقات کی فوری ادائیگی کے لئے کوشاں رہتی تھیں۔ اپنے اہل خانہ میں سب افراد کو خلافت سے گہری وابستگی رکھنے اور شوق سے جماعتی خدمات بجالانے کے لئے خصوصی توجہ دلاتی تھیں۔

مرحومہ نے پسماندگان میں تین بیٹے اور پانچ بیٹیاں، گیارہ پوتے، چار پوتیاں، دس نواسے اور تیرہ نواسیاں نیز ایک پڑپوتی سوگوار چھوڑی ہیں۔

تمام احباب جماعت سے خاکسار کی درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ محض اپنا فضل و احسان فرماتے ہوئے میری پیاری والدہ محترمہ کی مغفرت فرمائے اور اپنی خاص جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ جملہ پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے ان کے نقش قدم پر چلنے اور ہمیشہ ہمیش ایک دوسرے سے ساتھ محبت پیار سے رہنے کی توفیق عطا فرمائے اور اپنے فضل کا وارث بنائے۔ آمین

درخوست دعا

مکرم حکیم منور احمد عزیز صاحب دارالفتوح شرقی ربوہ تحریر کرتے ہیں۔

میرے ماموں زاد بھائی مکرم ڈاکٹر رشید محمد راشد صاحب کا مورخہ 28 ستمبر 2010ء کو فضل عمر ہسپتال ربوہ میں گلے اور ناک کا اپریشن ہوا ہے۔ کامل صحت یابی کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

اسی طرح میرا نواسہ مونس احمد خان واقف نو ابن مکرم افضال احمد خان صاحب شاہین ٹاؤن پشاور انتڑیوں کی تکلیف میں مبتلا ہے۔ علاج جاری ہے۔ احباب سے کامل صحت یابی کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

ہدایات برائے موصیان وورثاء موصیان

☆ موصی/موصیہ کی وفات کی صورت میں فوراً دفتر وصیت کو اطلاع دی جائے۔ موصی/موصیہ کا نام/ولدیت/زوجیت اور وصیت نمبر سے ضرور مطلع فرمائیں۔ نیز یہ کہ موصی کی وفات کب اور کتنے بجے ہوئی اور وفات کا سبب کیا تھا؟ میت کو لے کر کتنے لواحقین ربوہ کب پہنچیں گے۔

☆ دفتر وصیت کے فون نمبرز حسب ذیل ہیں۔

☆ **دفتر وصیت 047-6212969** — **استقبالیہ وصیت: 0476212976**

☆ **موبائل نمبر 0300-8103782** — **بہشتی مقبرہ: 047-6018027**

☆ **موبائل نمبر: 0302-7689205** — **نظامت تشخیص جائیداد: 047-6214503**

دارالضیافت کے درج ذیل فون نمبرز بھی استعمال کر سکتے ہیں۔

047-6213938/047-6212479

☆ اگر فیکس کی سہولت موجود ہو تو محترم صدر صاحب جماعت کی تصدیق کے ساتھ موصی کی آمد کا حساب اور جائیداد کی تفصیل اور حصہ جائیداد کی ادائیگی سے متعلق رپورٹ دفتر وصیت ربوہ کو فیکس نمبر **047-6212398** (نظارت علیاء) کر دیں تا کہ جنازہ پہنچنے سے قبل دفتری کارروائی مکمل ہو سکے۔

☆ نیز ورثاء میں سے اگر کوئی ایک فرد جنازہ سے پہلے دفتر وصیت پہنچ جائے تا کہ تدفین کی اجازت کی بروقت کارروائی کر کے تاخیر کی زحمت سے بچا جا سکے۔

☆ جو وفات حادثہ سے ہو یا پولیس کارروائی کا امکان ہو تو ایسی میت کو امانتاً عام قبرستان میں دفن کیا جائے گا۔ جس کیلئے تابوت لکڑی کا استعمال کیا جائے۔

☆ ایسا موصی/موصیہ جس کی وصیت ابھی منظوری کے مراحل میں ہے اگر فوت ہو جائے تو اس کی نعش دفتر وصیت سے رابطہ اور مشورہ کرنے کے بعد ہی ربوہ لائیں۔

تابوت کا سائز: چوڑائی 1.5 فٹ، اونچائی 1.25 فٹ اور لمبائی 6.5 فٹ مقرر ہے۔

☆ نعش کا سائز غیر معمولی بڑا ہونے کی وجہ سے بڑا تابوت استعمال کرنے کی بروقت دفتر کو اطلاع دیں۔

☆ دور دراز سے آنے والی میت کا امکان ہوتا ہے کہ موسم کی شدت کی وجہ سے خراب ہو جائے ایسی صورت میں موصی کی آمد و جائیداد اور مزید ترکہ کی بابت رپورٹ مقامی صدر/سیکرٹری صاحب مال کی تصدیق کے ساتھ ضرور فیکس کر دی جائے تا کہ میت کے پہنچنے سے پہلے موصی کے حساب کو مکمل کر کے بلا تاخیر تدفین ہو سکے۔

☆ بعض لواحقین موصیان کی عمر کے بارہ میں اصرار کرتے ہیں کہ ہمارے علم کے مطابق اتنی عمر ہے۔ دفتر وصیت موصی کے وصیت فارم کے مطابق عمر نوٹ کرتا ہے اگر عمر میں غیر معمولی تضاد ہو تو درخواست کے ساتھ ساتھ برتھ سرٹیفکیٹ یا شناختی کارڈ کی کاپی دفتر کو فراہم کی جانی لازمی ہے ورنہ دفتری ریکارڈ میں عمر تبدیل نہیں ہوگی۔

☆ بعض لواحقین موصی/موصیہ کا ڈیتھ سرٹیفکیٹ طلب کرتے ہیں، ڈیتھ سرٹیفکیٹ تو ہسپتال یا ٹاؤن کمیٹی سے بنتا ہے دفتر وصیت صرف تصدیق فراہم کرتا ہے لیکن اس کیلئے بھی ضروری ہے کہ موصی کے ورثاء میں سے کسی کی درخواست ہو جو صدر/امیر صاحب کی تصدیق کے ساتھ آئے۔

☆ امانتاً تدفین کی صورت میں تابوت لکڑی کا ہو چپ بورڈ وغیرہ کا نہ ہو تا کہ چھ ماہ بعد منتقلی کی صورت میں بہتر حالت میں ہو اگر مجبوراً چپ بورڈ کا ہو تو اوپر پلاسٹک شیٹ ضرور ڈالی جائے۔

نوٹ: ان ہدایات سے عہدیداران و صدران جماعت کو بھی مطلع فرما دیں۔

(سیکرٹری مجلس کارپرداز ربوہ)

ربوہ میں طلوع وغروب یکم اکتوبر

طلوع فجر	4:35
طلوع آفتاب	5:59
زوال آفتاب	11:59
غروب آفتاب	5:56

اکسیر بواسیر
خونی بواسیر کی مفید مجرب دوا
ناصر دواخانہ رجسٹرڈ گولبازار ربوہ
فون: 047-6212434

مکان برائے فروخت
رقبہ 5 مرلے ڈبل سٹوری، چار بیڈروم، اٹیچ باتھ
پانی، بجلی، سوئی گیس علیحدہ علیحدہ میٹر، ٹیلی فون
واقع گلشن راوی سکیم لاہور نزد مون مارکیٹ رنگ روڈ
سے 60 فٹ صرف
برائے رابطہ طفیل احمد
03244202285

Woodsy... Furniture Chiniot
فرنیچر جو آپ کے مکان کو گھر بنا دے
Malik Center. Faisal Abad Road.
Tehseel Choak Chiniot. 92-47-6334620
Mobile:0300-7705233-300-7719510

Best Return of your Money
انصاف کلاتھ ہاؤس
گل احمد۔ الکرم اور چکن کی اعلیٰ ورائٹی دستیاب ہے
ریلوے روڈ ربوہ فون شوروم: 047-6213961

اک قطرہ اس کے فضل نے دریا بنا دیا
NASEEM JEWELLERS
23K/22K JEWELLERY SUPPLIERS
پروپرائٹر: میاں وسیم احمد
فون دکان 6212837
اقصیٰ روڈ ربوہ
Mob:03007700369

FD-10

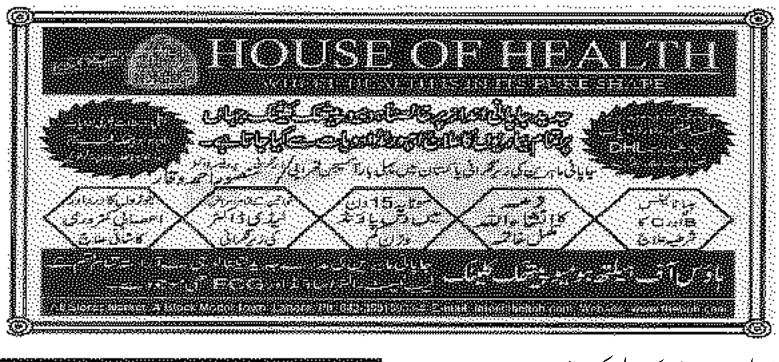

بال لمبے، گھنے، چمکدار، صحت مند و توانا، بال گرنا بند
Sam Son ہیئر آئل
مولانا غلام رسول صاحب راجیکی کا نسخہ
خان جنرل سٹور اقصیٰ چوک
نیو الکیمسٹ گولبازار ربوہ
تیار کردہ: محبوب احمد راجیکی